

افادات عارفیہ

(حصہ اول)

ارشادات

حضرت عارف بالہند واکبر عبدالحی صاحب عارفی دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شرف علی شاہ صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

مرتب

مسعود احسن

اشاعتِ اول

جولائی ۱۹۶۶ء مطابق ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

تعداد

ایک ہزار (۱۰۰۰)

ناشر

ادارۂ اشاعتِ اسلام کراچی ۳۱

طابع

انجمن پریس کراچی

کتابت

فیض الکتابت مرزا آدم خاں مارکٹ

کاتب

عالم علی خان

مہنل سوز و گدازِ غم کو گر مائے گاکون
 اہل دل کو اپنے دردِ دل سے تر پائے گاکون
 موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیالِ غم
 مستیِ خونِ جگر آنکھوں سے برسائے گاکون
 کس پہ طاری ہے جنونِ عشق کی وارفتگی
 یوں زباں پر والہانہ رازِ دل لائے گاکون
 عارفی میرا ہی دل ہے محرمِ راز و نیاز
 بعد میرے رازِ حسن و عشق سمجھائیے گاکون

عارفی

اے عارفی اپنے دل پر شوق کی باتیں
اچھا ہے کہ تو اپنی زباں ہی سے سنائے
ممکن ہے کوئی کاشتِ اسرارِ محبت
پھر محفلِ احباب میں آئے کہ نہ آئے

عارفی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴	در بار رسالت کی سند	۱۵	اشعار حضرت عارفی، فہرست، احوال و بعض تقریحات ۳ تا ۱۴
۳۵	موحد کا ادراک اور حیاطیہ	۱۶	حضرت والا کی مجلس
۳۸	احساس فراغت	۱۸	تدار سلوک
۳۹	ماغنی و مستقبل، خوف و رحا	۲۰	اصلاح خالقاہ
۴۱	واقعات زندگی اور تعلق مع اللہ	۲۱	تعیین مقصود
۴۱	رجوع الی اللہ کی خاصیت	۲۵	حضرت والا کا مسلک
۴۲	ضعیفی اور ذکر اللہ	۲۵	معاملات اور معاشرت کی
۴۳	ضعیفی اور تعلق مع اللہ	۲۶	اصلاح پر توجہ
۴۵	حسن خاتمہ کے آثار	۲۹	غیر مقصود فوق و شوق کی مذمت
۴۶	قابل ترک صحبت	۲۹	حق سے پھر جانے والے طالب حق
۴۶	اہل حق اور اہل باطل میں		نہیں ہوتے
	ایک فرق	۳۱	حقیقت سلوک
۴۷	عزت و ذلت کا مدار	۳۲	مجاہدہ
۴۸	ترقی دنیوی کی حقیقت	۳۳	حفاظت حقوق
		۳۴	حفاظت حدود
		۳۵	اصلاح اخلاق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۳	حضرت بزرگی	۵۰	اپنے جذبات کو سنت کے تابع کرنا اصل کمال ہے
۶۴	عالم تعلقات میں ناگواری کا منشا	۵۱	دینی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت ضروری ہے
۶۵	حسب جاہ کا علاج	۵۲	حسن خاتمہ کی فکر میں لڑنا
۶۶	ندامت اور اعترافِ قصور	۵۳	ترساں رہنے کی وجہ
۶۸	ناز اور ریاس کا علاج	۵۴	حسن خاتمہ فعلی اختیار
۶۹	خلاصہ مسلکِ تھانوی	۵۵	ضرور ہے مگر ڈرنے کی ایک وجہ ہے
۷۰	سلوک کی ابتداء اور انتہا	۵۶	تجدیدِ سلاسل اور مسلکِ تھانوی
۷۲	سعی اور تکمیل	۵۷	حضرت والا کی مجددیت
۷۶	غفلت کی مذمت اور رجوع	۵۸	وعدۃ الوجود
۷۸	الی اللہ کی ترغیب	۵۸	مجاہدے اور کیفیات
۷۹	پندار کا صنم کدہ پیراں کئے ہوئے	۵۹	روحانی کیفیات
۸۰	ذکرِ فکر اور مقامِ شکر	۶۰	شیطان کا ایک فریب
۸۱	اسبابِ تقویتِ روح اور	۶۱	احوالِ صادقہ
۸۳	انارِ حسن خاتمہ	۶۱	معاشرت اور سلوک
۸۳	فکرِ خود	۶۲	عالم تعلقات اور پائے انفاق
۸۵	اصلاح کا آسان طریق		
۸۷	فراموشی و واجبات کی اہمیت		
۸۸	میرزا شریف کا اہتمام اور اسکی اہمیت		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۷	حقیقت بندگی	۹۵	عازمین حج کو ہدایات
۱۱۷	سرچشمہ محبت	۹۸	موجودہ ماحول اور ہمارے فرائض
۱۱۷	مہرِ دل		اور دستورِ غسل
۱۱۸	مقصود سالک	۱۱۳	بلفظ اندک و معنی بسیار
۱۱۸	کسی کے لئے ہمیشہ دعا کرنیکی	۱۱۳	جلال و جمال
	ترکیب	۱۱۴	فنیہ و کیمیا
۱۱۹	جاہ پسندی کی مذمت	۱۱۴	قبولیت دعا کی حقیقت
۱۱۹	طریق تحصیل محبت	۱۱۴	طاوت اور عدم طاوت کے
۱۱۹	صحبتِ اہل اللہ کی قدردانی		نتائج
۱۲۰	غفلت کی حقیقت	۱۱۵	تاثیرِ صحبت
۱۲۰	بندہ کا دستورِ اعمال	۱۱۵	شرط و مہول
۱۲۱	قلب سالک	۱۱۵	ندامت کی خواہش
۱۲۱	حضرت والیؒ کا علما کو ایک مشورہ	۱۱۵	شکر کے آثار
۱۲۲	تجدیدِ نظر	۱۱۶	حقیقتِ علم
۱۲۲	دو دشمن	۱۱۶	تہذیب کا مبحث
۱۲۲	حدود اللہ	۱۱۶	فراغتیں اور مصروفیتیں
۱۲۵	ظاہر کی اہمیت	۱۱۶	دل کی موت
۱۲۷	حضرت عارفی مدظلہ کے چند متفرق غیر مطبوعہ اشعار		

اولیٰ واسعی

الحمد للہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے سلسلے میں مخدومی و محترمی جناب ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ العالی کی زبان مبارک سے سُننے ہوئے ارشادات کو افاداتِ عارفیہ کے نام سے ہدیہِ ناظرین کر رہا ہوں۔

میں نے ابتداءً ان مضامین کو صرف اپنی یادداشت و استحضار کے واسطے قلمبند کرنا شروع کیا تھا۔ رفتہ رفتہ عرفان و حقائق کا کافی سرمایہ ہو گیا۔ یوں تو میں نے اس مجموعہ کے اکثر مضامین خود ڈاکٹر صاحب کو اور اپنے دوسرے زندگیوں کو سنائے اور سب نے اظہارِ پسندیدگی فرمایا۔ مگر میرے محترم دوست مولانا سلیم اللہ صاحب (مدرس دارالعلوم کراچی) کی حسنِ نظر اور حسنِ سماعت سے جب یہ مضامین گزرے تو انہوں نے ان کو اہل دل حضرات کے لئے بہت کچھ بصیرت افروز پایا۔ انہیں کے پر خلوص اصرار اور حوصلہ افزا تحریک نے مجھے اس مجموعہ کو مشہورِ عام پر لانے کے لئے آمادہ کیا۔ جب ڈاکٹر صاحب سے میں نے اس کی اشاعت کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم سے استمراج کر لو۔ اگر وہ اجازت دیدیں تو کچھ مفالہ نہیں۔ الحمد للہ مخدومی و محترمی حضرت مفتی صاحب نے نہ صرف یہ کہ اسکو

نظر استحسان سے دیکھا بلکہ خوش ہو کر چند سطور بھی بطور اظہار پسندیدگی تحریر فرمادیں جو ہم سب کے واسطے بڑی طمانیت اور تقویت کا باعث ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین۔

حقیقت یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت فیہم ہم اپنی مجلس میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کی اس انداز سے تشریح فرماتے ہیں کہ ملفوظات کا مفہوم نہایت جافہیت کے ساتھ ولفشین ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود فرماتے ہیں کہ "میرا مقصد صرف یہی ہے کہ چونکہ میں حضرت والا قدس سرہ کی تعلیم و تربیت و قہمات و دعاء کی برکت سے اور حضرت کے مواعظ و ملفوظات بالمشافہ سننے اور کثرت مجالست و مکاتبت سے بہرہ اندوز ہوا ہوں اس لئے جی چاہتا ہے کہ اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان لوگوں کے سامنے جن کو حضرت کی مجلس میں شرکت کا اور حضرت والا کی زیارت کا موقعہ نہیں ملا ہے حضرت والا کی تعلیمات ان کے خصوصی مذاق کے ساتھ پیش کروں اور ملفوظات میں جو خاص شانِ مجددیت ہے اور حکیم الامت ہونے کا جو خصوصی درجہ حاصل ہے۔ اس کی اپنے الفاظ میں تشریح و وضاحت کروں۔ کیا عجب اس طرح سے اہل طلب میں حضرت کی تالیفات اور مواعظ و ملفوظات سمجھنے کی استعداد اور فہم سلیم پیدا ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ تشنہ کا مانِ رضا کے الہی اپنی سیرابی اور

کامرانی حضرت والاؒ کی تصانیف سے حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ڈاکٹر صاحب کو تادمتِ مدید
صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھ کر ان کے فیضانِ روحانی،
تعلق مع اللہ اور نسبت مع اللہ کی برکت سے طالبانِ حق کو
ہر شعبہ زندگی میں فرائض و واجبات کی ادائیگی میں مصروف رہنے
کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائیں اور مجھے ہمیشہ اپنے نیک بندوں
کے ساتھ وابستہ فرمائے رکھیں۔

گرچہ از نیکانیم لیکن بہ نیکان بستہ ام

در ریاضِ آفرینش رشتہ گلدستہ ام

اور میں اسی میں اپنی سعادت سمجھتا رہوں۔ آمین ثم آمین

میں ادارہ اشاعت اسلام کراچی کے اس کا شکر گزار ہوں

جس نے افاداتِ عارفیہ کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری قبول

کی اور پورے اہتمام کے ساتھ اس کو شائع کیا فخر اہل اللہ تعالیٰ نے

احسن الجزاء۔

مسعود احسن

۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

مطابق

۱۵ جولائی ۱۹۶۶ء

تقریظ از حضرت محمد نجم احسن صاحب احسن نگرامی مدظلہ العالی

مجازِ صحبت حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ

عزیزم مسعود احسن صاحب اللہ تعالیٰ نے تقریباً نصف حصہ لفظ بہ لفظ مجھے پڑھ کر سنایا۔ میں خود ضعفِ بصر کے سبب لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں۔ سن کر بے اختیار صاحبِ ملفوظ اور مرتب کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ میں ایک عامی آدمی ہوں معارف کے باب میں کیا زبان کھول سکتا ہوں بہر حال یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ یہ مجموعہ ماشاء اللہ "مسلك شرفی کا ائینہ" کہے جانے کے قابل ہے۔

زمانہ ہوا کہ بلا تکلف کچھ اشعار تصور میں حضرت عارفی سے مخاطبت کے طور پر ہو گئے تھے وہ ہدیۃ مسعود احسن صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور وہ اشعار یہ ہیں۔

ناگوار اشد گوارا عارفی	تلخ تر کن بادہ ہارا عارفی
جرعہ از بادہ ضو قم بدہ	اے سرت گردم خدارا عارفی
تیز تر کن تیر تر کن تیز تر	بادہ ہاکن بادہ ہارا عارفی
نکبتے از زلف مشکینش بیار	روز کن شب ہائے مارا عارفی
نغمہ دریا دریا رچی زن	نندہ ہاکن مردہ ہارا عارفی
مے بہ جام دے بہ کام دے بہ لب	مے فروشی مے گسارا عارفی

"بوسے آن دلبر چو پراں می شود"

حسن ساز و عشق ہمارا عارفی

مست خواندی نغمہ ہائے اشرفی
چوں ز تھانہ شمس اشرفی رخ نمود
تھانہ ہم قونیہ ہم تبریز ما
حرفہا از گفتہ اشرفی بزن
عارفی را هیچ زلفش کینہ خسلد
مست کردی جان ما را عارفی
لعل گشتہ سنگ خا را عارفی
رومی و شمس مست ما را عارفی
میر حق گو آشکا را عارفی
شانہ آن زلف دو تا را عارفی

"یاد یار مہربان" شد شعرا و

حسن آتش نوا را عارفی

محمد نجم حسن

۵ ربیع الاول ۱۳۸۶
مطابق ۲۵ جون ۱۹۶۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

مجاز بیعت حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ

صدر دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خانقاہ امدادیہ کھانہ بھون کہئے یا ایک دکان معرفت اسکے

دور اول کا تو تذکرہ ہی بزرگوں سے سنا ہے البتہ دوسرے دور سیدی

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ کی مجلس کو بجز اللہ آنکھوں سے

دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ع

نازم بحشم خود کہ جمال تو دیدہ است

اس مجلس کے جریدہ نوش ملک بھر میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے

تھے اور بجز اللہ اب تک بھی بہت سے موجود ہیں۔ کراچی میں ہمارے محترم بزرگ

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم کو حق تعالیٰ نے

حضرت سے بچند وجوہ خصوصی تعلق عطا فرمایا تھا۔ خلیفہ مجاز تو بجز اللہ

اور بھی بہت ہیں مگر شیخ کارنگ جن میں جھلکتا ہو وہ کم ہی ہوا کرتے

ہیں۔ ہمارے محترم خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب نے فرمایا تھا اے

مجھے دیکھو آئینہ یار ہوں میں

جلا کردہ دست و لدا رہوں میں

اللہ تعالیٰ نے مبالغہ اور تزکیہ من غیر حق سے محفوظ رکھیں ڈاکٹر صاحب

کو دیکھ کر مجھے مجذوب صاحب کا یہ شعر یاد آیا کرتا ہے۔ اور جب ان کو

دیکھتا ہوں تو عموماً اصغر گونڈ دی کا یہ مصرع زبان پر بھی آجاتا ہے
ابھی کچھ لوگ ہیں ساتی کی محفل دیکھنے والے

محترم مسعود احسن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ حضرت حکیم الامتہ
قدس سرہ کے ملفوظات و حکم کو مع ان کی اپنی ذوقی شرح و وضاحت جمع کر کے
اس مقدس مجلس کا گویا ایک خاکہ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اللہ
تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اس مجموعہ کو پورا دیکھنے کی فرصت نہیں ملی
بعض بعض مواقع سے سنا جس سے اندازہ ہوا کہ حضرت کے علوم و حکم کو
ماشاء اللہ بڑے سلیقہ سے پیش فرمایا ہے میں تو اس کے بارے میں
صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں ۛ

حرف از زبان یار شنیدن چہ خوش بود
یا از زبان آنکہ شنید از زبان دوست

اللہ تعالیٰ صاحب ملفوظات اور جامع ملفوظات کو جزائے خیر
عطا فرمائے اور قبول فرمائے اور اس ناکارہ کو بھی اپنے عباد صالحین
کے ساتھ ملحق فرمائے و ما ذالک علی اللہ بعزیز

بندہ محمد شفیع عفا عنہ

دارالعلوم کراچی ۳۱

۲۷ صفر ۱۳۸۶ھ

حضرت والا کی مجلس

ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت نے گویا ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جا کر بجا دیا۔ وہی
ادائیں لیں، وہی نعتیں مرتب کئے اور وہی تصویر کھینچ کر دکھا دی۔
ایک وارث نبی کی مجلس ہے، حدود کی تحقیق ہو رہی ہے، تو واضح کو دل
میں بٹھایا جا رہا ہے، غیبت کی برائی کو طرح طرح سے سمجھایا جا رہا ہے،
آداب مجلس اور آداب انسانیت بتائے جا رہے ہیں، حقوق العباد کی اہمیت
کو واضح کیا جا رہا ہے، دین کی عظمت اور محبت کو قلب میں اتارا جا رہا ہے
ظرافت اور مذاق کی باتیں، گھر کے حالات، سالکین کی دلجوئی، ان کی تربیت،
سادہ اور بے تکلف معاشرت کی خوبیاں، فراغتِ قلب اور تعلق مع اللہ کے
طریقے، فکرِ آخرت، مقصود غیر مقصود میں امتیاز، عمل کا اہتمام، عبادت،
ترکِ مالا یعنی غرض ہمارے حضرت نے وہی حضور کی مجلس کا خاکہ اتارا اور
صحابہ کی زندگی کا نمونہ پیش کیا، یہ صحابہ حضور کے تربیت یافتہ تھے، دیکھو
انہوں نے کس طرح حق ادا کیا بندگی کا تم بھی اسی طرح حق ادا کرو، انہیں کا
اتباع کرتے رہو۔ ایک طویل مدت تک اسی پنج پر تربیت فرماتے رہے
اور اس کے بعد جو اس مجلس سے اٹھا ہے وہ ایک رنگ لئے ہوئے اٹھا ہے۔

ابھی ایک شخص سے الجھ رہے تھے اس سے فارغ ہوئے تو سالکین
 اور حاضرین سے لطف کے ساتھ باتیں شروع کر دیں، دلجوئی فرما رہے ہیں!
 اسی میں مہمان نوازیوں اور خاطر مدارات ہو رہی ہے، ظرافت اور مذاق
 کی باتیں کر رہے ہیں، ہر تقریب میں تفریحات ہیں اور حضرت سب میں گھلے
 ملے پھر رہے ہیں باتیں کر رہے ہیں۔ نہ چونہ نہ تسبیح، بے تکلف انداز سادہ
 لباس، نہ کوئی خصوصیت نہ کوئی امتیاز۔۔۔۔۔ واہ واہ! اس
 مجددِ وقت نے عجب انداز سے تعلیم و تربیت کی ہے۔
 اہل ظاہر تجھے سمجھے نہیں اے سادہ جمال
 کوئی اس حسن کو پوچھے ہم ادا دانوں سے (مجدوب)
 ان کی ہر ادا میں ایک کشش اور ہر گفتگو میں ایک سبق ہے۔
 زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
 کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

مدار سلوک

حضرت والا! کا ہم پر بہت احسان ہے حضرت کے ملفوظات سننے
 سے معلوم ہو گا کہ اس شیخ کا کیا مرتبہ تھا۔ ہم نے اپنی زندگی میں سوائے انکی
 بات کے سننے کے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں دیکھ لو ہم کیا کر رہے ہیں اور کیا بتلا رہے
 ہیں۔ ہم بتلا رہے ہیں کہ تمام توہمات و مبالغے سے نکال دیکھے اور خوب

سمجھ لیجئے کہ یہ راستہ اللہ کا سوائے حضورؐ سے پوچھے مل نہیں سکتا، پوچھو
حضورؐ سے کیا فرماتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں ”فاتبعونی“ بس چلے آؤ
سُکرا اور اتباع شروع کر دو۔ صبح سے شام تک کے اعمال ڈھال نو سنتِ
حضورؐ میں، حضورؐ جس طرح لٹکتے تھے اُٹھو اسی طرح، جس طرح کھاتے تھے
کھاؤ اسی طرح۔ ارے سہل سے سہل زندگی ہے بلکہ سہل الممتنع۔ گھر میں
داخل ہونے کا مسنون طریقہ، سونے کا مسنون طریقہ، کاروباری زندگی، مخلوق
سے تعلق، معاملات ہوں یا معاشرت زندگی کے ہر گوشہ میں اتباع اور
فرمانبرداری ہے، کوئی پہلو فراغ و اجبات سے خالی نہیں۔

اصلاح خالقانہ

ہمارے حضرتؐ مجدد ہیں فنِ تصوف کے۔ تربیتِ باطن کے
جو طریقے بزرگوں نے تدبیر کے درجہ میں اختیار کئے تھے اور علاج کے لئے تجویز
کئے تھے اہل خالقانہ انہیں کو مقصود سمجھ بیٹھے تھے۔ نفس کشی کا سلسلہ، توہم پرستی،
شخصیت پرستی، قبر پرستی، چلے کشی، مراقبات، ذوقیات، مجاہدے کیفیات،
تصرفات یہی سب کچھ میثاقِ خالقانیت کی جو صدیوں سے چلی آرہی تھی حضرت
والا نے سب خالقانہ رسم و رواج کو ختم کیا اور فرمایا کہ تم نے غیر مقصود کو مقصود
سمجھ لیا، جو چیز مرکب ہے مذہب اور غیر مذہب سے اس کو تم نے فرض
واجب کا درجہ دے دیا، ان رسومات ہی کو تم نے منتہائے کمال سمجھ لیا،

کشفیات اور تصرفات کو تصوف کا اصل ثمرہ سمجھ بیٹھے، تم مراقبوں اور حلقوں
 ہی میں گھر کر رہ گئے، نفسانی کیفیات کو روحانی لذت اور وجدِ حمال کو ارفع
 حالت سمجھنے لگے۔ مبشرات، فتوحات اور کرامتوں کے قصے لے کر پیچھے گئے،
 تعطل کو تفویض سمجھ لیا۔ مقصود مختار سے ہاتھ سے نکل گیا اور تم جادہ شریعت
 سے دور جا پڑے۔

رہ گئی گھر کر حد و شوق میں کچھ نہ نکلی ہمت پر دوازہ دل
 ہمارے حضرت نے کل رسومات کو حذف کر دیا اور چاروں سلسلوں کی
 تجدید کی اور فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تعلیم و تربیت اور روحانیت ہمارے یہاں
 نہیں مگر روحانیت کی ترقی منحصر ہے تعمیل احکام میں کیفیات اور اسکا شفا
 کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ ساری شریعت اور تمام سلوک آیاتِ نعبہ
 و آیاتِ نستعین اھدنا النراط المستقیم صراط الذین انعمت
 علیہم کے اندر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں جن پر انعامات ہوئے ہا انبیاء،
 صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، انھیں کا مسلک اختیار کرو۔ انھیں کی تقلید
 کرنے سے سب کچھ ملے گا۔ یہ اللہ کے راستہ پر چلے ہیں ان کے پیچھے پیچھے
 ہولو۔ ان کے یہاں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ اور رسول نے بتلادیا ہے۔
 جو وہ سو برس کے جتنے نشیب و فراز تھے حضرت نے سب ہموار
 کئے اور پھر حضور کی چوکھٹ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ تربیتِ باطن دربارِ رسالت
 سے زیادہ اور کہاں میسر ہوگی۔

تعیین مقصود

پہلے معلوم کر لو کہ تمہیں آشنائی کا ہے کی ہے اور کس چیز سے مجھے گی ؟
 دین کیا ہے اور کس لئے حاصل کرنا چاہتے ہو ؟ مقصود متعین کر لینا بڑا ضروری ہے
 سکھوانے حکیم صاحب نے عرض کیا کہ " مقصود تو معلوم ہے کہ رضائے
 حق ہے ۔ "

ارشاد فرمایا کہ اسی کو سمجھنا ہے کہ مفہوم کیا ہے رضائے حق کا ؟ معلوم نہیں
 مدنی رضائے حق کو کیا سمجھا ۔ خدا جانے اور ادو وظائف سمجھا ، ترک دنیا سمجھا ،
 ترک لذات سمجھا ، کشف دکر امات سمجھا ، زندگی اپنے اندر ہزاروں نشیب و
 فراز لئے ہوئے ہے نہ جانے کیسی کیسی گھاٹیوں سے گزرنا پڑے ، اب کسی
 مقام پر جا کر نہ محسوس کر سکے کہ اللہ میاں راضی ہیں تو کیا کرو گے ؟ سلامتی
 کی بات یہ ہے کہ تعمیل حکم کو مقصود سمجھتا رہے ۔ جب معلوم ہو گیا کہ مقصود
 صرف نیکی اعمال ہیں تو پھر کرتے رہئے ۔

بشنود یا نشود آرزوئے میکنم حاصل آید یا نیاید جستجوئے میکنم
 جب یہی شیوہ ہے تو کئے جاؤ یہی حاصل ہے یہی مقصود ہے ۔
 کیف شوریدہ سری یا لذت بے حاصلی + ہے محبت کا یہی حاصل یہی حاصل ہے
 اس وقت کوئی چیز قابل طلب نہیں سوائے توفیق اعمال صالحہ کے ۔ ہمارے
 بے کیفی اور بدحواسی کے ساتھ تو پڑھی مگر وقت پر پڑھی مقصود حاصل ہے ۔

اب راستہ میں ہزاروں دوسو سے آئیں، ہزار عنوان سے شیطان سمجھائے کچھ پروانہ کرنی چاہئے۔ قبول کے پھیر میں تم نہ پڑنا دوسرے کے کام میں تم کیوں دخل دیتے ہو۔ قبول کرنا تو ان کا کام ہے۔ تم کام کئے جاؤ۔ انھوں نے کہہ دیا ہاتھ اٹھاؤ، ہاتھ اٹھا لو، دعا مانگ لو، رو لو، آہ و زاری کر لو۔ قبولیت کے آثار نظر نہیں آرہے نہ آئیں اسی طرح جیو۔ جب یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ یہ دروازہ انھیں کا ہے کھٹکھٹا۔ اے جاؤ۔ دروازہ تو انھیں کا ہے۔

موج خوں سر سے گزر رہی کیوں نہ جلے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا۔!

حضرت الاکامسک

حق تعالیٰ حضرت والا کے مدارج بلند فرمائے، مقصود کو اچھی طرح سمجھا کر بڑا احسان فرمائے ہیں۔ طالبانِ حق کو بڑی تسکین دے گئے ہیں۔ اس مجددِ وقت نے صحابہ کرام کا مذاق پیدا کرنا چاہا اور پیدا کر گئے ہیں۔ تعیذ رسالت کا روح کی بلندیوں کا معیارِ کامل بتا گئے ہیں۔ وہاں کیفیات تھیں نہ ذوقیات، نہ وجد تھا نہ حال۔ بس حکم کی تعمیل ہو جائے۔ چاہے مرتن سے جدا ہی کیوں نہ ہو جائے اور فی الحال چاہے کچھ بھی مل جائے اور چاہے کچھ بھی نہ ملے۔ حضور نے تو اللہ واحد مطلق کی طرف متوجہ ہونے کو

کہا تھا اور اس کائنات کو آزمائش کا سامان بنا کر آخرت اور غیب کی بشارتیں
 دی تھیں۔ ان یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت نہ خزانہ تھا نہ فوج، ایک
 بے کیف سی تعلیم تھی قوم کے جذبات کے خلاف رسم و رواج کے خلاف، سائے
 عالم کے خلاف، حکم کی تعمیل کرتے رہو اور بڑھتے رہو، خلافت، کیفیات،
 اور ذوقیات یہ تو سب راستہ کی چیزیں ہیں اور ضمناً ہیں، مقصود تو نہیں ہیں
 ایک مرتبہ حضرت والاؑ نے تمام باطن کے مقامات کا تذکرہ فرمایا،
 تعلق مع اللہ اور دولتی کی راہ میں چلنے والوں کے حالات کا تذکرہ کیا
 اور پھر فرمایا: ”مگر سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حقوق واجبہ ادا ہو جائیں، احکاماتِ
 الہیہ کی تعمیل ہو جائے۔ اگر دولتی کا انجام یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ
 بھئی نہیں۔“ تعمیلِ حکم کے دوران میں اگر کیف پیدا ہو جائے نورِ علی نور
 اور اگر نہ ہو تو کچھ پروا نہیں ہے

ہے یہی کیا کم کہ ہوں میں بھی حریمِ ناز میں التفاتِ حسن سے بخود سہی غافل سی
 تم ان کے ہو کر تو دیکھو، تم احکاماتِ الہیہ کی پابندی کر کے رضائے الہی حاصل
 کرنے کی حتی المقدور کوشش تو کر لو، پھر سب کچھ ہی مل جائے گا

شاید یہی تسلیم و محبت کا صلہ ہے

ہر دولتِ حسنِ دو جہاں میرے لئے ہے

مگر تم تو نفس کے غلط راستے سے آتے ہو اور نفس مقصود تک نہیں
 پہنچنے دیتا، طلبِ لذت میں الجھا دیتا ہے۔ شیطان راہ مار دیتا

یاں نعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا

دے پیچ ادھر زلف اڑا لے گئی دل کو

شیطان نے کہا کہ مار لیا کام، کیفیتوں پر اور لذتوں پر نظر جم گئی، مقصود سے نظر ہٹ چکی، پس مطمئن ہے کہ طبیعت میں یہ کیفیت راسخ ہو جائے

پھر تو جب چاہوں گا مار لوں گا نہ دین کا چھوڑ دوں گا نہ دنیا کا سہ

پھلی نے ڈھیل پائی ہے چارہ پشاد ہے صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نکل گئی

شیخ کا کام یہ ہے کہ شیطانی راہوں سے نکال کر سیدھے راستہ پر

ڈال دے۔ ابلیس کا راستہ میں جہاں جہاں شائبہ تھا، ہمارے حضرتؑ نے

سب صاف کر دیا۔ اب مخدوش راستہ امت اختیار کر دے۔ سیدھے راستہ پر

ہو لو۔ سمجھ لو ایک دفعہ آستانِ یار یہی ہے بس سیدھا سادہ سجدہ کر لو، حکم

کی تعمیل ہو جائے۔ کیفیات ذوقیات سب فانی چیزیں ہیں، عطا ہے

اگر مل جائیں۔ لیکن بے کیف سجدہ! اللہ اللہ! نفس و شیطان نے

مزاحمت کی، ماحول مزاحم ہوا، طبیعت نے مخالفت کی، مشاغل

نے روکا مگر اس حضورؐ کے امتی نے اگر آستانِ یار پر سر رکھ ہی دیا۔

دل حاضر نہیں، سکون نہیں، ذہن منتشر ہے، طبیعت مکدر رہے مگر

سر ہے کہ رکھا ہوا ہے۔ — یہ شخص جو اس وقت سر بسجود ہے ایک دفعہ

سمجھ چکا ہے کہ آستانِ یار یہی ہے، پھر لاکھ مواعیات آئیں مگر یہ

ثابت قدم رہتا ہے سہ

جبہ سائی سے اگر کچھ نہیں حاصل نہ ہی کس طرح چھوڑے سنگِ درجہاں کوئی

کچھ معمولی بات ہے۔ ۱۔ ارے یہ سر وہاں رکھا ہوا ہے کہ اس عالم میں حضور کے امتی کے علاوہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں باریاب ہو جائے۔ نہ ساجد ایسا نہ مسجود۔ ساجد و مسجود کا رشتہ برقرار رہنا چاہئے، ہوائیں کیسی بھی چل جائیں، حالات کچھ بھی گزر جائیں، واقعات کیسے بھی آپڑیں، مگر یہ رشتہ نہ ٹوٹنے پائے۔ حالات سب منقلب ہونے والے ہیں، کیفیات سب خانی ہیں، باقی جو کچھ ہے وہ یہ عمل ہے۔ بس یہ دیکھے جاؤ کہ سجدہ ہے یا نہیں، یہ مت دیکھو کہ کیف ہے یا نہیں۔

یہ مسلک بظاہر خشک سا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اتباع اسی میں ہے اور اتباع ہی سے ملیگا جو کچھ ملے گا۔ جو نفس بتائے وہ باطل اور جو حضور بتائیں وہ حق ہے۔ صورت نماز کی بناو، کیف ہو کہ نہ ہو۔ ضابطہ کا کام کرتے رہو پھر رابطہ بھی پیدا ہو جائے گا۔ یہ ضابطہ کا سجدہ رنگ لائے بغیر نہیں رہے گا طلب صادق ذوق کامل پیدا کر دے گی۔ جب تم عبادتوں کو خالص اللہ کے لئے کر لو گے اور یقیناً جلدی ہی کر لو گے کیونکہ لذت و کیف کے تو تم طالب ہو نہیں پھر حضور کے اتباع کی برکت سے کائنات کی ایک ایک شے افزائش ایمان کا سبب بن جائے گی۔

چیت دانی بادہ گلگوں مصفا جوہرے

عشق را پروردگارے حسن را پیغمبرے

دیکھا کیا دولت پاگئے۔ اس بے کیف سجدہ نے آخر تمام جذبات عشق

کو جگا دیا۔ تمام تجلیات اور مشاہدات کو مصفا بنا دیا۔ تمام کیفیات تم پر

نچھا اور ہو گئیں۔ اللہ کی قدرت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

یہاں تک بڑھ گئی وارفتگی شوقِ نظارہ

حجاباتِ نظر سے پھوٹ نکلا حسنِ جانانہ

یہ بے کیف سجدہ پیغامِ رساں بن گیا بارگاہِ الہی میں کہ ایک عاجز در ماندہ ،
بے کس ، بے نوا بندگی اور فرماں برداریوں میں کوشاں ہے ، اپنی کوتاہیوں پر
منفعل اور آپ کی عنایتوں کا طلب گار ہے ۔

یہ ملتا ہے خدا پرستی میں اور حضور کے اتباع میں ۔ یہ تھا ہمارے
حضرت کا مسلک جس کو ہم نے اپنی زبان میں کچھ بتلایا ۔

مُعَامَلَات اور مُعَاشَرَت کی اصلاح پر توجہ

ایک سلسلہ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ پہلے مقصود کو سمجھ لو اچھی طرح سے
کہ کیا ہے ؟ اور مقصود یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا ہو جائیں
کیف سے ، بے کیفی سے ، خوف سے محبت سے ، وسوسوں و خطرات سے ،
بیدلی سے ، شرما و حنوری سے کسی طرح ادا ہوں ادا ہو جائیں ۔ جس طرح بعض
مرتبہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں دل نہیں لگتا مگر ادا کرتے ہیں اسی طرح
حقوق العباد کو بھی دل چاہے نہ چلے ادا کرتے رہو ۔ نماز میں وسوسوں و
خطرات آتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ کس طرح ان کو دور کیا جائے ۔ کیسے
حنوری حاصل ہو ، مگر حقوق العباد کی ادائیگی میں کبھی نہیں پوچھتے ۔

کیا اس میں دسواں نہیں آتے؟ کیا نفس و شیطان اس وقت چھوڑ دیتے ہیں؟ جب نماز پڑھتے ہو تو درجہ احسان حاصل کرنا چاہتے ہو مگر جب معاملہ کرتے ہو۔۔۔ تب بھی اللہ میاں نظر آتے ہیں یا نہیں؟ عجیب بات ہے جو انوار کی جگہ ہے وہاں تو دسواں کی شکایت اور ظلمتکدہ میں شکایت نہیں۔ ارے جہاں گندگی ہے وہاں کیوں دسواں کا تذکرہ نہیں کرتے۔ فنیل تو یہاں چھڑکنے کی ضرورت ہے معاملات اور معاشرت میں جو گندگیاں ہیں، فاسد خیالات ہیں، بُری نیتیں اور ناپاک ارادے ہیں ان پر کیوں نظر نہیں جاتی اور نماز میں تو آپ سرکارِ دو عالم کی ہیبت سے کھڑے ہوتے ہیں۔ جہاں کیا شکایت! یہ ہیبت تو خود مانع ہو رہی ہے منکرات سے۔

جب یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ مقصود صرف فرائض و واجبات کی ادائیگی ہے اور فرائض و واجبات جس طرح عبادات میں ہیں اسی طرح معاملات اور معاشرت میں بھی تو پھر کسی ہی حالت ہو طبیعت میں غصہ ہو، کڑھن ہو، گرائی ہو حق واجب ادا کر دیا جائے مقصود حاصل ہے۔

غیر مقصود ذوق و شوق کی مذمت

ہندوستان کے دو آبہ اور یونان میں دینوی اعتبار سے بڑے بڑے صاحبِ کمال اور مفکر گزرے ہیں فلسفہ نہیں سے شروع ہوا ہے اہل یونان

کہ فرست مشہور ہے ان کے بچے کے سامنے کسی چیز کا نام لیجئے اور شام تک اس پر ایک طویل افسانہ سن لیجئے۔ غضب ہے ان لوگوں نے محبت کی تصویر بنائی کہ ایک بچہ ہے اندھا ہوا میں اڑا جا رہا ہے۔ لفظوں میں کیسا سمجھاتے تصویر بنا دی جس میں عجلت پسندی ہے، نادانی اور معصومیت ہے چاہتی ہے کہ ہوا میں اڑ جائے۔

چھوٹ چھات ہندوستان کے مفکرین کا سبق ہے۔ امتیاز کی ایک وجہ نکالی گئی ہے۔ ان لوگوں کے ادراکات بڑے لطیف تھے نظر تو دور تک پہنچی مگر گمراہ ہو گئے۔ جس چیز سے فائدہ پہنچا اسی کی پرستش شروع کر دی یا جس سے مرعوب یا خوف زدہ ہو گئے اس کو پوجنے لگے تلسی کی پتی ملیٹر کے لئے مفید ہے تو کرو اس کی پرستش۔

دنیا کے اعتبار سے یہ سب لوگ عقلمند ہی تھے، ذہین تھے، فلسفی تھے مگر ان کے پیڑ مرشد شیطان نے کہاں کہاں جھکایا، کہاں کہاں سر جھکوا یا، معلومات کی لذتوں میں گم ہو گئے، علم کے نشہ میں عمریں گزادیں۔ پھر ہر مفکر کا ایک جہاں ذوق تھا یہی ان کی رہبری کرتا تھا تو قوتِ تخیل نے ہزاروں دیوتا تراش لئے، گمراہیوں اور ظلمتوں میں بڑھتے چلے گئے۔

پیغمبر گئے سمجھانے کے لئے مگر اپنا ذوق کیسے بدل دیا جائے یہ تو برسوں کا پرانا ذوق تھا، باپ دادا کے وقتوں کا ذوق، پیغمبروں کو جھٹلایا مگر اس ذوق و شوق اور لذت کو نہ چھوڑا۔۔۔۔۔ اور کہنے لگے وہ عذاب نے آئے جس کا آپ ڈرا دیتے ہیں۔ اللہ اللہ! پھر کیسے کیسے

دردناک عذاب آئے، قومیں کی قومیں فنا ہو گئیں، صفحہ ہستی سے مٹاؤں گئیں۔ یہ لذت اور شوق کے پیچھے چلے گئے شیطان نے ہزار عنوان سے اپنی پرستش کرائی۔ ہدایت کی صلاحیتیں ختم ہو گئیں اور خود کو ہدایت پر سمجھتے رہے کہ لذت تو ہے تکمیل شوق تو ہو رہی ہے۔ جہلتیں بدل گئیں، صورتیں مسخ ہو گئیں، تباہ اور برباد ہو گئے۔ اپنا ہی ایک شعر یاد آیا۔

دل نے بنایا شوق کو رہبر، شوق ہی نکلا دل کا رہزن

کون سنے گا، کس کا جگر ہے، میرے نالے، میرا شیون
 نفس دراصل ہے لذت گیر، اور یہ لذت اور کیف ہی تباہی کا سبب
 بن جاتے ہیں، انسان اندھے ہو جاتے ہیں، اپنی عظمت میں، رستم و رواج
 میں، فنکار یوں میں۔ مطلق العنانی میں، آزادی میں اور دولتوں میں یہ
 اپنی لذت کا طالب ہے۔

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاء کو

اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چلے

اسکو تو دن رات ایک سرسود ایک کیف چاہئے اور بسا اوقات یہ لذتیں کچھ آسانی سے بھی
 نہیں مل جاتیں۔ بڑی بڑی کوششیں انسان ان کے لئے کرتا ہے، خطر اتنا
 میں خود کو ڈالتا ہے، صعوبتیں برداشت کرتا ہے مگر مقصود وہی لذت و
 کیف اور اپنے شوق کی تکمیل ہوتی ہے۔

خیر اہل باطل تو جو چاہیں کریں وہ تو ہیں ہی لذت پرست مگر تعجب تو ان
 لوگوں پر ہے جو اہل حق سے منتسب اور عبادتوں میں بکھر لذتوں کے طلبگار۔

اگر یہ بھی عبادتوں سے اور مجاہدوں سے کیفیات کو مقصود بنالیں تو ان کی
بے راہی زیادہ قابلِ افسوس ہے۔

نہ ممکن ہو سکی تکمیلِ شرح مدعا مجھ سے
ہزار عنوان بدلے، لاکھ اندازِ بیاں بدلا

حق سے پھر جانوالے طالبِ حق نہیں مرنے

کسی صاحب کا تذکرہ تھا جو اپنے سلسلہ کو چھوڑ کر کسی پیر کے خلیفہ
بن گئے۔ اس پر بہت زیادہ افسوس کے ساتھ فرمایا: یا اللہ! کیسے مناظر
سامنے آتے ہیں، کیسے کیسے لوگوں کے حالات سننے میں آتے ہیں بڑی عبرتناک
بات ہے۔ اے اللہ ہم پر بڑا فضل آپ نے فرمایا ہے۔

دل کو تپشِ شوق کی اک لذتِ پیہم مل تو گئی لیکن بڑی مشکل سے مل رہی ہے
بے غبار اور سیدھے راستہ پر پڑ جانا بڑی نعمت ہے، ہمارے حضرتؑ
نے سب چیزیں نمایاں کر کے دکھا دیں، آنکھیں کھل گئیں، در نہ جانے
کہاں بھٹکتے پھرتے۔ آج ایک عالمِ لذتوں میں گرفتار ہے اور اسی کو
مقصود سمجھے ہوئے ہے۔

مبتلائے کیفِ سوز و ساز ہے

دل ابھی تک ناشناسِ راز ہے

کیفِ سوز و ساز تو تھا سب جذبات ہیں یہ بھی کوئی قابلِ التفات چیز

ہے۔ ایک غیر اختیاری غیر مامور بہ شے جو فرض نہ واجب — ایک کیفیت ہے۔ اسی لذت میں مبتلا ہو گئے۔ کیا یہی معیار ہے بزرگی کا اور خلافتوں کا۔

وہ لوگ جو حق سے آکر ناحق کی طرف ملتفت ہو جاتے ہیں وہ درحقیقت حق کے طالب ہی نہیں ہوتے۔ دل میں چور لئے ہوئے ہوتے ہیں، خود اپنے نفس کی پرستش کرنا چاہتے ہیں۔ ایک دفعہ دیکھ لو دل میں ٹٹول کے کیا چاہتے ہو؟ کھول کر بتاؤ تو۔ دیکھیں تو کتنا جگر ہے۔ آج کھل کر کہہ دو کیا طلب کرنا ہے؟ چور کا ہے کور کھتے ہو دل میں۔ ابھی بتائے دیتے ہیں دیکھو مستند راستہ ہے صحابہ کا۔

شہرت کی ہوس ہو کہ خلافت کی، لذت کی طلب ہو یا کیفیات کی۔ سب ابلیسیت ہے نفس پرستی ہے کسی نہ کسی صورت میں۔ یہاں تو اول قدم اپنے کو مٹانا ہے۔ فنا کرنا ہے۔ کیا صحابہ کے حالات سے واقف نہیں ہو؟ پھر حضور کے احکام کے سامنے کیسا انھوں نے اپنے کو مٹایا کیا ایمان لانے کے بعد تعمیل ارشاد کے علاوہ کوئی اور بھی مقصد تھا ان کا؟ اب تعمیل ارشاد میں کوئی حالت بھی عطا ہو جائے مگر مقصود تو دوسری چیزیں نہیں ہو سکتیں۔

ایک شخص ایک بزرگ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے یوں مجاہدے کئے، ریاضتیں کیں، دعائیں مانگیں اور سیکڑوں بزرگوں کے پاس گیا مگر تسکین نہ ہوئی، کشتور کار نہ ہوا۔ ان بزرگ نے اس شخص کو غور سے دیکھا،

اور فرمایا کہ عزیزِ من! آج تک تم کسی بھی بزرگ کے پاس نہیں گئے۔ میرے پاس بھی اگر اس گمان میں آئے ہو تو یہ بھی خام خیالی ہے۔ دراصل تم آج تک اپنے ہی نفس کو بزرگ سمجھا گئے، وہی چیز میرے پاس آئے ہو اور وہی لے کر چلے جاؤ گے (وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَوَّاهُ) اور تحقیق وہ لوگ کفر کو ساتھ لائے تھے اور اسی کے ساتھ وہ واپس نکلے۔ جو حق سے اور اہل حق سے وابستہ ہو کر پھر پلٹ جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ طالبِ حق ہوتے ہی نہیں ورنہ خدا کا قانون ہے شیخ چاہے کیسا ہی ہو طالبِ حق مخلص ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

مزاحاً فرمایا کہ یہ پیر صاحب جنھوں نے ان صاحب کو مرید کیا ہے اور فوراً خلافت بھی دیدی، کچھ بھی سہی مگر آدمی ذہین معلوم ہوتے ہیں کہ جس فیشن کا گارمینٹ (GARM ENT) ان کے مزاج نے تیار کیا ہے اس طرز کا کوئی بزرگ تو ملنے سے رہا لہذا ان کا لباس انھیں کو پہنا دو، خلافت دیدو۔ آج سے آپ بھی بزرگ ہیں۔ یہ قبلے بزرگی جو آپ نے بنایا ہے سوائے آپ کے کسی کے فٹ نہ آئے گا۔

حَقِيقَتِ سُلُوک

ہمارے حضرت بڑی جامع اور گہری بات فرما گئے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہونچے کل سلوک ہے، جب بندہ اپنے مالک کو خوش

کرنے کا قصد کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے تو اسی کا نام سلوک ہے۔
 اور سالک کسی کی اذیت کا سبب بن کر ناراضی محبوب کا مورد نہیں بن سکتا۔
 دراصل ہمارے رذائل دوسرے کی اذیت کا سبب بن جایا کرتے
 ہیں تمام رذائل گویا ایذا رسانی کا مادہ ہیں تا وقتیکہ کہ ان کا اِمالہ نہ ہو جائے
 اور صرف ٹھیک نہ ہو جائے۔ ————— مثال کے طور پر
 آپ ہمارے پاس آئے ہمارے اندر ایک داعیہ پیدا ہوا کہ ان سے
 ریاکارانہ سلوک کیا جائے ہمارے اندر یہ رذیلہ پہلے سے بھی موجود تھا۔
 آپ کو دیکھ کر ہمارے نفس نے اس رذیلہ کو ابھار دیا۔ اب جس وقت
 آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس نے ہمارے اخلاص کا بدلہ ریاکاری سے
 دیا ہے کتنی اذیت آپ کو ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

معلوم یہ ہوا کہ جتنے رذائل ہیں مخلوق کے ساتھ جب انکی وابستگی
 ہوتی ہے جیہی وہ اُبھرتے ہیں۔ عالم تعلقات میں سب قلعی کھل جاتی
 ہے بزرگی کی کہ ہم مخلوق کی اذیت کا باعث ہو رہے ہیں یا راحت کا،
 سلوک طے کر رہے ہیں یا نہیں، اللہ کی رضا حاصل کر رہے ہیں یا نہیں،
 اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچانا، "کل سلوک" ہے۔
 دوسرے جب اس کا اہتمام کیا جائے گا کہ دوسرے کو ہماری
مجاہدہ | وجہ سے کوئی اذیت نہ پہنچے تو اس میں مجاہدہ کرنا پڑے گا،
 غصہ کو روکنا پڑے گا، شہوتوں کو دبانا پڑے گا، ریاکاری سے بچنا
 پڑے گا، نظروں کو نیچا کرنا پڑے گا۔ فضول گوئی، تفاخر، تکبر اور غیبت سے

گندگی اور عدم صفائی سے جو کسی نہ کسی طرح دوسروں کی اذیتوں کا سبب بن جاتے ہیں پرہیز کرنا پڑے گا۔

حق تلفی یقیناً اذیتوں کا باعث بنتی ہے۔ اور
حفاظتِ حقوق | اور پھر حقوق دو قسم کے ہیں، حق اللہ اور حق العباد،
 سالک دونوں کی ادائیگی کی فکر کرے گا کہ کوئی بات ایسی سرزد نہ ہو جائے
 جو خدا اور رسول کے عتاب اور مخلوق کی اذیت کا باعث ہو جائے۔

اسی طرح حسنات میں بھی جب غلو ہو جائے گا اور
حفاظتِ حدود | اعتدال جاتا رہے گا تو یہ بھی رذائل میں ستمسار
 ہو جائیں گے۔ اگر محبت بھی وجہ اذیت بن جائے گی تو یہ بھی رذیلہ ہو جائے
 گی۔ کسی شخص کو اگر گھورتے رہنے سے اذیت پہنچے نہ دیکھنا چاہئے۔ حسرت
 نے خوب کہا ہے۔

شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

دیکھنا بھی تو انھیں دور سے دیکھا کرنا

تمام حسنات کا اپنے اندر پیدا کرنا تاکہ مخلوق کو
اصلاحِ اخلاق | ہم سے راحت پہنچے اور اس ذریعہ سے ہم کو
 رضائے الہی نصیب ہو۔ اور تمام رذائل کا ازالہ کر دینا تاکہ مخلوق خدا ہمارے
 نفس کے شرور سے اور ان رذائل کی وابستگی سے محفوظ ہو کر ظلم و ستم اور اذیتوں
 سے بچ جائے۔ "کل سلوک" نہیں تو اور کیا ہے۔

اصل میں لمحاتِ فکر یہ ہم کو نہیں ملتے۔ آخر ایک مجدد نے اس کو

کل سلوک کیسے کہہ دیا، غور طلب بات ہے اور غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام سلوک کا اور شریعت کا مقصد یہی ہے کہ حقوق کی ادائیگی بکمال ہو جائے۔

اس طرح جی کہ بعد مرنیکے کوئی تو یاد گاہ گاہ کرے

۵۔ بہشت آنجاگہ آزاے بناشد کسے را باکے کارے بناشد

اور یہ سب کچھ استنباط ہے حضور صلی اللہ علیہ

در بار رسالت کی سند | وسلم کے ایک عمل سے۔ قربان جائیے

حضور کی اس ادا کے۔ کہ جب عشاء کے بعد آپ باہر سے تشریف لاتے تو

بہت آہستہ فرماتے، السلام علیکم، اس طرح کہ جو سوئے ہوئے ہوں وہ

بیدار نہ ہوں اور جو جاگے ہوئے ہیں وہ سن سکیں۔ یہ سند ہے حضور کے

در بار کی۔ ہماری تمام معاشرت، معاملات اور اخلاقیات کی بنیاد یہی ہے

کہ کسی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ ارے رمت اللعلین کا امتی اور مرموز آزار!

عجیب ہی بات ہے۔

ہم نے بہت سے ضربیں لگانے والوں کو دیکھا ہے کہ کہیں مہمان

جائیں گے اور اذیت کا سبب بن جائیں گے۔ بڑے بڑے دعوے کرنا واپس

مردین، صاحب اجازت لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اذیت کا باعث بن جاتے

ہیں اس میں اکثر بڑے بڑے ذکر و مشاغل لوگوں کو مبتلا پایا۔ یہ سب

بد رفتی کی علامت ہے۔ کیا کیا جائے یہ لوگ اذیت رسانی سے بچنے کو سلوک

ہی نہیں سمجھتے۔ بات یہ ہے کہ ناقص مقاصد کے ساتھ اور اود و ظائف

کرتے ہیں، بس اسی میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ اس سے آگے نظر ہی نہیں جاتی۔
 اللہ مدارج بلند کرے ہمارے حضرتؑ کے مزاج دین سے آشنا کرے،
 زندگی کا معیار بتلائے اور اسی خانقاہیت گمراہیوں سے نکال کر حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی چوکھٹ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی مرا با جانِ جاں ہمارا ز کردی

موحد کا ادراک اور حیاتِ طیبہ

دنیا کے مفکرین اور فلاسفہ کا تذکرہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے اس
 شعر سے سلسلہ گفتگو شروع کیا ہے

یقینے کہ ناکردہ قرین درست کتب خانہ چند ملت پرست

الحمد للہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف حاصل

ہے۔ اس زمانہ میں، اس دور میں ایمان کی دولت مل جانا حضور کا امتی
 ہونا اور اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جانا ایک ایسی دولت ہے کہ تمام عالمِ امر کا
 اس کے آگے پیچ ہے۔

موحد کی خصوصیت ہے چاہے وہ جاہل و فاسق ہو اللہ کی قدرت

میں کسی کو شریک نہیں کر سکتا۔ کسی سے پوچھو۔ ایک بزرگ نے بارگاہِ الہی
 میں درخواست کی کہ مجھے اپنا محبوب ترین بندہ بتلا دیجئے۔ ارشاد ہوا
 کہ فلاں شخص سے ملو اور پوچھو کہ کیا سوئی کے ناکہ سے اونٹ نکل سکتا ہے؟

چنانچہ انھوں نے پوچھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میرا مالک چاہے تو پہاڑ نکال دے آپ اونٹ کو لئے پھرتے ہیں۔ یہ اور اک ہے لا الہ الا اللہ کہنے والے کا۔

لا الہ الا اللہ بذات خود ایک نور ہے۔ اس کلمہ کے تلفظ سے تمام عالم امکان منور ہو جاتا ہے۔ یہ اقرار کی دوست مسلمان کے علاوہ کسی کو نہیں دی گئی۔ اس کلمہ سے تعلق خاص پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد درمیان میں کوئی چیز نہیں رہ جاتی۔ اس کی قدر کرنا چاہئے۔ شکر ادا کرے۔ اور شکر کے مسمیٰ یہ ہیں کہ کلمہ توحید کو اپنی تمام زندگی کے اعمال میں ڈھال دے۔ نور حضور کا اتباع ہو جائے۔

جب تک اس کلمہ کا تلفظ جاری ہے سمجھو خوش نصیبی ہے، اور یہ جاری نہیں ہو سکتا جب تک فضل خاص نہ ہو۔ اوامر و نواہی میں کوتاہی اگر ہو جائے استغفار کر لے کہ یہ بھی عمل صالح ہے۔ بعض مرتبہ خیال ہوتا ہے خدا جلنے مرنے کے بعد کیا ہو مگر جب مومن کو بشارتیں ملتی گئیں اب ہر اس اور ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں۔ دیکھ لو کلمہ کا تلفظ زبان سے تصدیق قلبی کے ساتھ ہو رہا ہے یا نہیں۔ جب ہو رہا ہے بیفکر ہو جانا چاہئے۔ اپنے کام میں لگے اب کا ہے کا غلمان! شیطان اگر دوسو سو ڈالے کہ سیاہ کاریوں میں زمانہ گزر گیا اب کس توقع پر چلے ہو آخرت میں، تو کہہ دو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کفر کا دوسو سو بھی اگر ڈالے تو پھر لا الہ الا اللہ اور کہہ دو کہ الحمد للہ مسلمان ہوں اور مسلمان دوزخ میں نہ جائے گا۔

اے وعدوں پر وعدے ہیں، بشارتیں ہیں، ان کے وعدے
 سچے، دوزخ سے کیا واسطہ مسلمہ ان کو! ہم تو فرمانبردار رعیت ہیں، نہ پاگل
 ہیں نہ مجرم، پھر دوزخ سے ہمیں کیا مطلب۔ دوزخ تو بلاہب کے لئے ہے،
 کفار کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہاں مسلمان ہو کر اگر نافرمانی کر دے اور توبہ بھی
 نہ کر دے تو تھوڑی دیر کے لئے چلے جاتا ہے دوزخ میں۔ جب مخالفین کے
 دائرہ میں قدم رکھو گے نہ درملوث ہو جاؤ گے، گرم دائرے میں قدم رکھو گے
 پگھل جاؤ گے، سرد میں رکھو گے منجمد ہو جاؤ گے۔ گلزار ابراہیم موجود ہے اور
 وہ اسلام ہے۔ چاروں طرف آگ کے شعلے ہیں، ظلم و تعدی، بے حیائی اور
 بے غیرتی ہے۔ اب بھی وقت ہے، اس گلزار میں آنے کا۔ اسی میں پناہ
 ہے جو اس گلزار میں ہیں حسین میں ہیں اور انشا اللہ مرنے کے بعد بھی حسین
 ہی سنے رہیں گے۔ لا الہ الا اللہ۔۔۔ کیوں بھلا ڈاڑھے مطمئن ہو
 ۔۔۔ الحمد للہ بھائی نماز پڑھو عصر کی اب مغرب کی پڑھیں گے۔ ڈر
 کا ہے کا۔ ڈر تو ان کو ہے جو فسق و فجور کے دائرے میں ہیں۔ بس اپنی
 حالت موجودہ پر شکر ادا کرتا رہے اور کام میں لگا رہے اور کوتاہیوں پر
 استغفار کرتا رہے اور مایوس نہ ہو اور غم نہ رہے اور جب وہ تھکے
 آخرت میں چلا جائے۔

حریفان ہمارے پرستار، کنید
 بنوشید و جو شید دستار، کنید

احساس فراغت

ارشاد فرمایا کہ فراغت قلب بڑی دولت ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے سامنے آج اسی کا تذکرہ کروں کیوں کہ ہمارے حضرت کو فراغت قلبی بڑی عزیز تھی اس کا جزا اہتمام فرماتے تھے اور اسی کی تعلیم فرماتے تھے۔ کبھی فرماتے کہ مجھے اوصوری بات سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ نہ میں کسی کو غصہ رکھتا ہوں نہ کسی کا انتظار کرتا ہوں دوسرے کو اذیت سے بچانا کل سکوک سے کبھی فرماتے کہ میں جو تقاضے کے ساتھ ہر کام سے فارغ ہو جاتا ہوں وجہ اس کی یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قلب غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ تاکہ اگر کبھی خدا کی یاد کی توفیق ہو جائے تو موانع مرتفع ہوں۔ ایک مجدد وقت نے اس مشغول اور مختصر زندگی میں کسی اہم بات کی طرف توجہ دلائی اور ساری زندگی اسی کی اہمیت بیان کرتے رہے اور خود عملاً دکھلاتے رہے۔

نعمتوں کا مشاہدہ، معیت الیہ کا شرف، خدا سے مناجاتیں، تدبیر تفکر یہ فراغت قلبی ہی کی تو برکتیں ہیں۔ اگر قلب کو اللہ کے لئے فارغ کیا جائے گا تو یہ تجلی گاہِ حق بن جائے گا۔ اپنے قلب کو کم از کم تین منٹ کے لئے مطلقاً فارغ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

بغیر غلغلہ دل زمانے نظر سے ہٹا دے
بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہوا ہوئے

آپ نے جس کے لئے قلب کو فارغ کیا ہے وہ اس کو بے فوازے نہ چھوڑے گا۔
 فراغتِ قلب کا ایک عنوان صحبتِ اہل اللہ ہے۔ اگر آپ کھوڑی
 دیر کے لئے علائقِ دنیا کو قطع کر کے فراغتِ قلب حاصل نہ کر لیتے تو آپ
 اہل اللہ کی مجلسوں میں جاتے ہی کیوں ان کی مجلس میں آپ اللہ سے
 ملتے ہیں آپ کو شرفِ مجالست حاصل ہوتا ہے ع
 مجلسِ سیلی کا میں بھی بیٹھنے والوں میں ہوں

بس فراغتِ قلبی کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے ہزاروں عنوان سے
 تجلیاتِ الہیہ کا مشاہدہ کر دے اور فراغتِ قلبی کے میسر ہو جانے کے
 بعد عالم کائنات کے سب مشاہدات اور مناظر معاہدہ ہو جاتے ہیں
 ذکرِ قلبی پر کچھ آسمانوں کی چیزیں اور زمین کی چیزیں، عالم تعلقات، دوست
 احباب، ناگوار یاں خوشگوار یاں سب تجلیاتِ الہیہ ہیں۔ اور ہزاروں
 نعمتیں مشاہدہ ہونے لگتی ہیں۔ ہماری تمام ظاہری اور باطنی قوتیں، ہمارے
 تمام احساسات، ہمارے تمام حواس میں سے ایک ایک حس تعلق مع اللہ
 کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے اور حجابات اٹھ جاتے ہیں۔

ماہی و مستقبل، خوفِ رجا

مومن کی ساری زندگی خوفِ رجا کے درمیان گزرتی ہے۔ ہمارے
 حضرت رجا کو غالب کرتے تھے اور خوف کو مغلوب فرماتے تھے کیونکہ

خوف کا تعلق ماضی سے ہے اور وہ محدود ہے اور رجا کا تعلق مستقبل سے ہے اور مستقبل رحمت کا ہے اور یہ نانتا ہی ہے۔

خوف محدود ہے، وقتی اور عارضی ہے، وہ اپنے ماضی سے متعلق ہے اور اس میں زیادہ تر اپنا ہی مشاہدہ ہے۔ جتنے اعمال میں سب پر خوف ہے۔ زندگی ماضی کا سبق چاہے کسی طرح بسر ہو گئی ہو خوف ضروری ہے۔ مصیبتوں پر تو خوف ہے ہی، عبادات پر بھی خوف ہے کہ ان میں کوتاہیاں ہیں اور وہ ناقص ہیں۔ ان سب کا تدارک ندامت قلبی سے اور توبہ استغفار سے ہو جائے گا۔ ایک محدود چیز کھتی ختم ہو گئی، ندامت کے ساتھ توبہ کر کے سیدھے راستہ پر آگئے، اعمال میں رسوخ پیدا ہو چلا بس خوف اپنا کام کر گیا۔

اب مستقبل رحمت کا ہے اور وہ لانتنا ہی ہے۔ ماضی کی طرف ایک سرسری نظر ڈال کر اللہم اغفر لی کہہ لو اور رحمت لانتنا ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اپنا مشاہدہ چھوڑو، اب ان کی رحمت کا مشاہدہ کرو کہ لذیذ ہی لذیذ ہے بغیر اس کے چاشنی پیدا نہیں ہوگی، محبت کی حلاوتیں نہ ملیں گی۔ جب بھی ماضی کی طرف خوف کی نظر پڑ جائے استغفار کر لے، اے اللہ معاف کر دیجئے اور آگے بڑھو۔ جیسے ایک شخص ہے کہ بھٹکتا پھر رہا ہے، بھیانک جنگل ہے اندھیری رات ہے ہوا ذی جانوروں کا خوف ہے کہ دفعۃً بجلی چمکتی ہے اور وہ شاہراہ پر پہنچتا ہے تو اب اسکو اس وحشتناک منظر کا سبق لے کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ سرسری طور پر خیال کرے کہ

کہاں سے نکل کر آئے ہیں بڑے دردناک عذاب تھے وہاں۔ الحمد للہ
اب شاہراہ پر آگئے۔ بس اب اپنے کام میں لگے شکر ادا کرے اور صفر طے
کرے۔ اب صراطِ مستقیم کی لذت اور حلاوت ملے گی۔ ع
کرو گے یا وجب باتیں کرو گے
یہ سب حضرت والا کی باتیں بتائی ہوئی ہیں۔

واقعاتِ زندگی اور تعلق مع اللہ

واقعاتِ زندگی بھنبھوڑ ڈالتے ہیں انسان کو۔ ویسے ہم ساکن بیٹھے
ہوئے ہیں، سامانِ پریشانی ایک بھی لبھا ہر ساتھ نہیں مگر جن سے وابستہ
ہیں ان کے تعلقات کا اثر برابر پڑ رہا ہے: بیوی ایسا کر رہی ہے، ہمسایہ
اس طرح ستا رہا ہے، دوست احباب چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ کسی
کا دکھ کسی کی بیماری، غم روزگار و طرح طرح کی پریشانیاں۔ ایسے اوقات
میں اگر اللہ میاں بھی ساتھ نہیں ہیں تو پورے بدحواس ہیں۔ بس کوئی غم
رہے اے اللہ! اپنی یاد سے غافل نہ ہونے دیجئے۔ سب دور گزریں گے
مگر ان سے تعلق نہ جانے پائے پھر انشاء اللہ یہ تمام چیزیں بھی سرمایہ
آخرت ہو جائیں گی۔

رجوع الی اللہ کی خاصیت ۱۔

مصائب کے ہجوم میں، جہاد کے ہنگاموں میں صحابہؓ کا دل مطمئن

ہوتا تھا۔ قرب اور تعلق مع اللہ اور قوی ہو جاتا تھا۔ کیسی ہی پریشانی ہو
 جہاں رجوع کیا تقویت اور قوت آگئی۔ سبحان اللہ۔ اللہ اور رسول کا
 تعلق معمولی تعلق نہیں جو صے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر
 زمانہ بھر مخالف ہو تو کیا غم
 مزاجِ یار تو برہم نہیں ہے

ضعیفی اور ذکر اللہ

ایک اہم کام کو کسی فرصت کے انتظار میں ملتوی کر دینا زندگی کا
 ناقابلِ تلافی نقصان ہے مگر انسان انجام سے بے خبر ہو کر غفلتوں میں
 بے کار عمر عزیز کو ضائع اور برباد کر دیتا ہے اور اپنے اصلی سرمایہ کی طرف
 توجہ نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ بڑھاپے کی منزل میں داخل ہو جاتا ہے مگر وہ
 ضعیف، ناتواں اور معطل ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ اب اگر سوش بھی آتا ہے
 تو آنکھیں کام نہیں کرتیں، ہاتھ پیر بیکار نہ طاقت نہ ہمت کچھ بھی کرتے
 من نہیں پڑتا

دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں

طاقت گفتار بھی نہیں۔ جب یہ انجام ہے تو بھائی پھر کس لئے کل کے
 ضروری کاموں کو آج کے لئے ملتوی کیا تھا

زندگی نے کر دیا جینے کے ناقابل مجھے جب ہوئی جینے کے قابل زندگی میرے لئے

یہ وقت تو ایسا تھا کہ سکون، فراغت اور مشاہدہ میں گزرتا۔ ذکر اللہ کا جوانی سے عادی ہونا چاہئے، اگر اس سے فائز حاصل ہو جائے بڑا سرمایہ ہے، اور بڑھاپے کا عجیب سہارا ہے۔ مگر یاد رکھنی بات ہے کہ زندگی کسی بھی منزل میں پہنچ گئی ہو، اگر روح عصیان اور طغیان سے مرجھا گئی ندامت کے ساتھ باہگاہ الہی میں آجاؤ، ذکر اللہ شروع کر دو روح کو غذا میسر ہو جائے گی۔ ذکر اللہ سے روح تازہ مضبوط اور شگفتہ ہو جاتی ہے۔ جب مومن بوڑھا ہوتا ہے اس کی روح جوان ہو جاتی ہے۔ محبت و معرفت بڑھ جاتی ہے۔ جسم ناقص، اعضا مضعیف ہو گئے ہونے دو کچھ پروا امت کرو۔ یہ تو ہوں گے۔ اسی میں مصلحت اور حکمت ہے مگر ذکر اللہ —! یہ آبِ حیات ہے روح کے لئے۔

ہر چند ہیر و خستہ و بس ناتواں شدم
ہر گز نظر بہ روئے تو کردم جواں شدم

ضعیفی اور تعلق مع اللہ

انسان بھی کیسے کیسے حالات سے گزرتا ہے۔ عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو بڑھاپے کی معذوریوں لاحق ہو جاتی ہیں، دست نگر ہو جاتا ہے دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے، زندگی بے کیف ہو جاتی ہے اور موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتا ہے مگر ع

حیاتِ جاوداں میری نہ مرگِ ناگہاں میری

انسان کے بس میں یہ بھی تو نہیں کہ مر جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوتِ ایمانیہ بڑی عجیب چیز ہے۔ خدا دارم چہ غم دارم۔ مجھے ناز ہے کہ آپ میرے ہیں لا الہ الا اللہ۔ یہی چیز سرمایہ تسکین ہے۔ میرا اللہ میرا ہے، وہ مالک ہے، حاکم ہے اور حکیم ہے جیسے چاہیں حالات وارد کریں۔
چارہ سازی کر رہا ہے ان کا لطفِ دل نواز
بعثِ صمدش ہے یہ بیکسی میرے لئے

یہ بیکسی بڑی عجیب چیز ہے

مجھ کو تو اس ملکِ محبت پہ ناز ہے
آخر نگاہِ رحم کے قابل بنا دیا
حدیث شریف میں ہے کہ ارمیا پیغمبر علیہ السلام کا گزر چند قبروں پر ہوا جن کے مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ ایک سال کے بعد پھر اُردھرتے گزرے ہوا تو عذاب کو سکون ہو گیا تھا۔ عرض کیا اے پروردگار! میں ان لوگوں کو ان قبروں پر گزرا تھا تو ان کے مردے معدب ہو رہے تھے اور اس سال جو گزرا تو عذاب کو سکون ہو گیا۔ آسمان سے ندا آئی اے ارمیا! ان کے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے اور قبریں ٹوٹ پھوٹ کر بے نشان ہو گئیں۔ میں نے اس حالت میں ان کو دیکھا تو مجھ کو رحم آگیا اور میں یہی معاملہ کرتا ہوں ان لوگوں کے ساتھ جن کی قبریں بے نشان ہو جائیں، جن کے کفن پھوٹ جائیں اور جن کے بال جھڑ جائیں۔ دیکھئے شکستگی بے کسی اور گنہامی پر رحم کیا جا رہا ہے۔ ہمارے دادا صاحب نے خوب کہا ہے

سراپا چشمِ حسرت ہے مزارِ رخنہ دار اپنا
کرم فرمائیے بس حد سے گزرا انتظار اپنا

حسنِ خاتمہ کے آثار

حسنِ خاتمہ پر گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ حسنِ خاتمہ بڑی اہم چیز ہے اس کے آثار اگر معلوم ہوں تو شکر ادا کرے، جیسے سام کا دھند لکا ہوا جنگل ہو آبادی معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے اور ایک مسافر ہے کہ ابھی منزل پر نہیں پہنچ پایا مگر دور سے اسے ایک روشنی نظر آئی تو تسکین تو ہوئی کہ آبادی قریب ہے۔ اسی طرح حسنِ خاتمہ کی علامات اگر نظر آنے لگیں تو تسکین تو ہوتی ہے۔ اور منجملہ علامات کے یہ بھی ہے کہ سیدھے راستہ پر ہیں، رجحان نیکی کی طرف ہے، فرائض و واجبات بھی ادا ہو رہے ہیں، بزرگوں کی صحبتیں بھی ہیں، حسنِ خاتمہ کی تمنا اور خواہش بھی ہے، اللہ میاں سے حسنِ ظن بھی ہے، دل میں بغاوت اور طغیان بھی نہیں، نفس و شیطان کے قبضہ میں بھی معلوم نہیں ہوتے، معصیت کی طرف تقاضائے شدید اور رجحانِ قوی بھی نہیں۔ جب یہاں یہ چیزیں مٹا فرمادیں اپنی رضا کی، تو فتح رکھے آخرت میں اللہ تعالیٰ کرم ہی فرمائیں گے۔

قابل ترک صحبت

ماہ پرست پیروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کی صحبت میں اللہ اور اللہ کا رسول یاد نہ آئے، اپنی حالت مستحضر نہ ہو، اپنی گندگی نظر نہ آئے، غیر مقصود میں انہماک بڑھ جائے اور حب جاہ میں ترقی ہو ایسی صحبت خود قابل ترک ہے۔ نہ اس پہاڑ کی بلندی سے فائدہ بتا دو کیا ہوگا۔ اگر اس میں یہ صفت ہے کہ میری زندگی میں صحیح تغیر پیدا کر دے تو ایک بات ہے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی

میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

میں جس آزار میں مبتلا ہوں اس کا ازالہ ہو جائے، اپنی پستیاں اور عیوب نظر آنے لگیں۔ اگر ان شعبدوں سے ایسا ہو جائے تو کچھ بات ہے اور جو خود ہمالیہ پہاڑ بنا ہوا اپنی بلندیوں میں مستغرق ہو وہ پستیوں کی طرف کیا اتقا مت کرے گا۔

اہل حق اور اہل باطل میں ایک فرق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سوائے اہل حق کے کوئی ادھیڑ بن میں نہیں ہوتا۔ یہ عقائد میں تو مطمئن ہوتا ہے کیونکہ یہ صحیح، مستند اور بکنہ ہیں۔ اور اعمال میں غیر مطمئن ہوتا ہے کیونکہ ان کو ناقص اور کوتاہ سمجھتا رہتا ہے۔

یہ عقائد میں اعمال ڈھالتا ہے۔ صحیح عقائد کے مطابق مستند اعمال میں
 کوشاں ہے۔ حضور کے اور صحابہؓ کے معیار پر ان کے اعمال کی نقل کرتا
 ہے اور یہ جنتے نہیں۔ نقائص اور کوتاہیاں کہیں نہ کہیں رہ جاتی ہیں اس لئے
 غیر مطمئن ہے۔ عمل کرتا ہے اور پھر ڈرتا ہے اور توبہ استغفار کرتا رہتا ہے؟
 فرس گشتہ از بس کہ شب راندہ اند سحر کہ خرد شاں کہ داماندہ اند
 اور اہل باطل عقائد میں کمزور اور اعمال میں مطمئن ہوتا ہے۔ وہ اعمال میں
 عقائد کو ڈھالتا ہے اور اعمال میں غیر مستند لہذا عقائد بھی اور فاسد
 ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پھر اس کے اعمال ہوتے ہیں نفس کی خواہشات
 کے مطابق لہذا آسان ہیں اور اپنے من گھڑت معیار پر وہ اعمال صحیح اتر آتے
 ہیں اس لئے مطمئن ہے۔ دھمکے بون انہم بحسنوں اصنعنا۔

عزت و ذلت کا مدار

فرمایا کہ ذلت و خواری تو اپنے اعمال و اختیار کی ہے۔ دوسرے
 کے اعمال سے اپنی کیا رسوائی ہے

سنگ بدگوہر اگر کاسہ زریں بشکند

قیمت سنگ نیفراید و زر کم نشود

تاثر ہو جانا اور چیز ہے، عمل اور چیز ہے۔ وہ اسی کا عمل ہے ہمارا عمل نہیں۔
 دوسرے کے بے لب و لہجہ سے اذیت تو پہنچ سکتی ہے مگر عزت میں

کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ اگر صبر کر گئے تو عند اللہ مزید عزت افزائی کی امید ہے
کہ عالم تعلقات میں غصہ کا ردیلہ جو بیدار ہو گیا کھلبے جگہ اس کو مشتعل
نہ ہونے دیا، دبا دیا۔

ترقی دنیا کی حقیقت

دنیا کی ترقی کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ شعر پڑھاؤ
سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے

سب کچھ ہے تری انجمن ناز میں لیکن
کوئی جو نہیں نالہ بلب کچھ بھی نہیں ہے

پھر فرمایا کہ بندہ لاکھ ترقی کر جائے، مالک کی فرمانبرداری اگر نہیں ہے تو سب
بیخ ہے عند اللہ اس کی کوئی قیمت نہیں بلکہ عذاب کا سبب ہے۔ اور
ایک عجیب راز ہے کہ جو کچھ اس عالم میں ہے سب انسان کے لئے پیدا
کیا گیا ہے، سب قومیں اس کو عطا کی گئیں مگر دوازی دشمن نفس و شیطان
بھی اس کے ساتھ بھیج دیئے گئے۔ عقل دیدی گئی، دوراستے بتا دیئے گئے،

طاقتیں دیدیں، تسخیر کا حوصلہ دے دیا، اب کر دصرت اپنی اپنی طاقتوں کو
دیکھنا ہی ہے کہ اللہ کے لئے کرتے ہو یا نفس و شیطان کے لئے۔

انسان تو مظهر ہے عالم کائنات کا اور یہ ترقیاں جو کچھ آپ دیکھ رہے
ہیں سب اس کی قوتوں کا مظاہرہ ہے۔ یہ تو روزِ ازل سے ہی تمام قوتوں کو

لے کر چلا تھا۔ جب ان قوتوں کو بڑھالیتا ہے تو ہوا آگ پانی سب کو قابو
 میں لے آتا ہے اور اپنے ذوق کے مطابق ان عناصر سے کام لیتا ہے۔
 پہاڑوں پر جلنے کی، چاند پر پھینچنے کی، سمندر کی گہرائیوں میں اتر
 جانے کی اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت دی ہے ورنہ اس کی مجال نہ تھی کہ یہ
 کام کر سکے۔ عالم اسباب میں اور اک اللہ میاں ہی تو دیتے ہیں۔ دراصل یہ
 سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کے کرشمے اور نشانیاں ہیں کہ انسان سے
 ایسے ایسے کام کرائے کیا اب بھی انکار کر دے گا۔ سو مالک سے باغی ہوتے
 ہوئے یہ ترقیاں وجہ کمال نہیں ہو سکتیں ادویوں تو یہ عالم اسباب ہے جو
 بھی اسباب کا علم حاصل کرے، ان کو جمع کرے، کافر ہو یا مسلم ترقی کرے
 گا۔ قوتیں اس کے پاس پہلے سے موجود ہیں جس طرح چاہے ان چیزوں
 کو کام میں لے آئے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اپنی بندگی کا استحضار رہے
 قوتیں دیں اور پھر حکم ہو رہا ہے کہ مانگو ہم سے مدد، کہو ایاات نعبد و ایاات
 نستعین۔ کمال تو یہی ہے کہ قوت کا احساس ہو اور نشہ نہ ہو، اپنے
 اختیار کا مشاہدہ ہو اور اس کو مالک کے سامنے ضعیف سمجھتا رہے۔
 قوت متحدہ اور متصرفہ دی گئیں پھر حکم ہو اچھکو ہمارے آگے۔
 یہ سب ہنگامہ آرائی اُسی طرف سے ہے۔ وہ جس زمانے میں
 جہاں چاہتے ہیں ان قوتوں کا مظاہرہ کر دیتے ہیں؛ ایک زمانہ تھا کہ
 انسان نے مصوری میں کمال حاصل کیا تھا۔ آج عکاسی میں کمال حاصل
 کئے ہوئے ہے مگر ہمارے لئے کمال مصوری اور کمال عکاسی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا کامل اتباع ہو جائے۔ دین اور دنیا کی ترقیاں سب اسی میں مضمر ہیں اور پھر تم ایمان سلامت لے جاؤ یہ سب میں بڑا بہتر ہے، ساری ترقیاں اس کے آگے گر دیں۔

اپنے جذبات کو سنت کے تابع کرنا اصل کمال ہے

ایک جگہ ہم گئے تو ایک صاحب نے جو مزاج میں بہت رقیق الغلب ہیں نماز پڑھائی دُعا مانگتے وقت خوب روئے اور بڑی طویل دعائیں مانگیں۔ فراغت کے بعد میں نے کہا سب ٹھیک ہے مگر مسنون طریقہ نہیں۔ جو طریقہ مسنون ہے چاہے اس میں رقت ہو یا نہ ہو وہی ٹھیک ہے یہ تو اپنے جذبات کے تحت مقتدیوں کو مجبوس رکھنا ہے۔ ایک دفعہ آپ کو تو رقت ہوئی اور دُعا کو رقت ہو گئی۔ !

پنی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت ضروری ہے

اکثر لوگ آج کل کہہ دیتے ہیں کہ اُس میں کیا حرج ہے، نادوں کے پُرم لینے میں کیا حرج ہے، فلاں کام کر لینے میں کیا حرج ہے۔ بھئی ایک دفعہ سوچ لو کہ اس کا انجام کیا ہو گا؟ اگر فہم سلیم باقی ہے خود تمھاری عقل فیصلہ کر دے گی کہ حرج ہے یا نہیں۔ مگر حظِ عاجلہ بدحواس اور غافل بنا دیتا ہے۔

مآل کو سوچنے کا موقع نہیں ملتا۔ جو اس ٹھیک نہیں تو سوچو گئے کیا؟ وہی سوچو گئے جو دل میں ہے اور جو حال بھی غالب ہے۔

حسنِ خانم کی فکر میں لرزاں ترسناں کی وجہ

حسنِ خانم تمام دینی امور کا حاصل ہے، مدتوں ایک اشکال رہا۔ خیال ہوتا تھا کہ حسنِ خانم کو نسبی شکل بات ہے۔ لا الہ الا اللہ کا ہم تکرار کرتے ہیں اس پر انشاء اللہ ہم قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تمہارے گمان کے ساتھ ہیں۔ ہم گمان بھی رحمت و مغفرت کا رکھتے ہیں۔ معافی گناہ اور جو غفلتیں ہیں ان سے توبہ استغفار بھی کرتے ہیں۔ جب یہ تمام چیزیں موجود ہیں پھر ڈرنا کس بات کا؟ پھر یہ ہمارے بزرگ لرزاں ترسناں کیوں رہتے ہیں!

کبھی سمجھ میں نہ آیا مگر الحمد للہ آج حقیقت سمجھ میں آ رہی ہے کہ حالت بدل جانے کا خوف ہر وقت اور ہر مقام پر ہے۔ دو چیزیں سالک کی دشمن ہیں، نفس و شیطان۔ کچھ معلوم نہیں کہ چلتے چلتے عمر کے کسی حصہ میں دسوسہ ڈال دے اور نہ جانے کس عنوان سے سمجھا دے کہ میاں کیا ہے پلے ہا کورے ہی جا رہے ہو! دعائیں مانگتے ہونا کافی ہوتی ہیں کتنی دعائیں قبول ہوئیں؟ ارے کہاں جا پھنسے فلاں بزرگ کے پاس!! بزرگوں سے شکایت میں مبتلا کر دے۔ آپ چلے جا رہے ہیں اور یہ حبیب کاٹنا

چلا جا رہا ہے۔ سارے سرمایہ پر ہاتھ صاف کر دیتا ہے اور گھن کی طرح لگ جاتا ہے۔ جب دشمن موجود ہیں اور حالت بدل جانے کا خوف ہر مقام پر ہے تو پھر نازکس بات کا اور اطمینان کیسا ؟

دوسرے کہ شمولیت باطن آہستہ آہستہ مرتب ہوتے ہیں۔ سالک کو سب کیفیتیں شرد سے کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی درجہ میں ملتی ہیں مگر غلبہ اپنے اپنے موقعوں پر کبھی خوف کا ہوتا ہے کبھی رجاء کا کبھی خشیت کا۔ اور یہ سب مقامات راستہ چلنے ہی سے ملے ہوتے ہیں۔ اب سالک نے قدم اٹھایا ہے، مقامات ملے کر رہا ہے لیکن ہر مقام کا منظر جداگانہ ہے خشیت کسی نہ کسی درجہ میں ہوتی تو ہے ہر مقام پر مگر جب منزل قریب آتی ہے ایمان کی دولت کا احساس شدید ہو جاتا ہے تو خشیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ علم کے درجہ میں تو ہم سب میں خشیت موجود ہے مگر ان بزرگوں جیسی نہیں۔ یعنی ہم اس مقام پر نہیں پہنچے۔ وہ مقام آیا نہیں۔ جب آئے گا تھر تھرانے لگو گے۔ اور یہ بزرگ مقام خشیت تک پہنچے ہوئے ہیں اس لئے ایسی دعائیں کرتے ہیں۔ مبتدی کے قدم چل تو رہے ہیں اسی طرح لیکن ابھی اس مقام کے آثار مرتب نہیں ہوئے۔ وہ مقام دور ہے۔

جو لوگ لہرزاں ترساں رہتے ہیں حسن خاتمہ کی فکر میں انھوں نے قدم رکھ دیئے ہیں خشیت کے اس مقام میں خشیت کے جذبے پوری طرح ابھرنے لگے ہیں۔ اس مقام کی خاصیت یہ ہے کہ خشیت

پیدا ہو جائے۔ حالانکہ ان بزرگوں کے پاس ساری چیزیں موجود ہیں۔
 طہارت، توبہ، استغفار، علم دین، معارف و حقائق، عمل، نفس و شیطانی
 کے مکائد سے واقفیت، کیا چیز رہ گئی جو ان کے پاس نہیں۔ بڑے بڑے
 صوفی اور تعلق مع اللہ والے ہیں مگر خشیت کا یہ عالم کہ کھڑے ہوتے ہیں۔
 دراصل یہ لوگ منزلِ قرب کے قریب آگئے اسی وجہ سے لرزاں ترساں ہیں۔
 اک کھٹک ہوتی ہے محسوسِ رگِ جاں کے قریب
 آن پہونچے ہیں مگر منزلِ جانان کے قریب

حسنِ خاتمہ فعلِ اختیاری ضروری ہے مگر ڈرنے کی ایک وجہ ہے

آج دروازوں پر بلیچنگ (BLEACHING) اور وارنش ہو رہی ہے
 میرا ذہن اس سے حسنِ خاتمہ کی طرف منتقل ہوا۔ ایک بات جس کو ہم
 پچاس عنوان سے سوچ چکے ہیں یہ ہے کہ حسنِ خاتمہ اختیاری ہے یا غیر
 اختیاری؟ یقیناً اختیاری ہے۔ کیونکہ ایمان اور عملِ صالح کے ہم مکلف
 ہیں اور اسی پر مدار ہے حسنِ خاتمہ کا۔ خود اللہ تعالیٰ اس کا امر کر رہے
 ہیں: وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ اور نہ موت آئے تم کو مگر کامل
 اسلام کے ساتھ اور ہر مامورِ فعلِ اختیاری ہے پھر ڈر کیوں ہے؟
 اس وقت الحمد للہ ہم سب مسلمان ہیں دل پر توجہ کا رنگ غالب ہے۔

اب ڈرنے والی چیز جو ہے وہ یہ ہے کہ خدا نخواستہ کوئی عمل ہم سے ہی
 باختیار خود ایسا سرزد نہ ہو جائے جس سے یہ سب رنگ اڑ جائے۔
 جس طرح دوازدوں پر کبھی پالش ہوتی تھی مگر بے احتیاطی نے
 غفلت نے، دقت کے امتداد نے، موسموں کے تغیر و تبدل نے، ہوا سے،
 دھوپ نے بارش نے سب رنگ و پالش ختم کر دیا، لکڑی لوہا نکل آیا،
 بُرے معلوم ہونے لگے۔ اسی طرح ہم نے بھی توبہ کی، تقدس اختیار کیا،
 ایک رنگ توحید کا چڑھایا ہے اپنے دلوں پر۔ اس دل پر بھی مختلف احوال
 گزرتے ہیں، کبھی بہا رہے، کبھی خزاں، ہماری جلدی تغیر ہوتا رہتا ہے۔
 کس موسم میں اور کن حالات میں نہ جانے کیسے چھینٹے پڑ جائیں کہ یہ رنگ
 اڑ جائے! معلوم نہیں ہمارے پاس اس کا استحکام کیسا ہے! افسوس
 کس چیز کی تیز شعاعیں اس پر پڑ جائیں اور یہ ان کو باختیار خود جذب کر لے،
 رنگ بگڑ جائے اور مالک کی نظروں سے گر جائے۔

الحمد للہ ایک تسکین کی چیز سمجھ میں آئی کہ سالک قبض و بسط سے گزرتا
 رہتا ہے، نفس و شیطان ساکت لگے ہوئے ہیں۔ شدتِ بسط میں اگر انبساط
 نہ آئے گا تو ناز کا خطرہ ہے۔ اور شدتِ قبض میں اگر مایوسی چھا گئی تو یاس
 کا خوف ہے۔ لہذا دنیا سے اگر ناز کے عالم میں جا رہے ہیں تب بھی برا
 اور یاس کی کیفیت میں جا رہے ہیں تب بھی مضر۔ بس سالک محتاج ہوا
 شیخِ کامل کا، بسط و قبض میں اعتدال کے لئے شیخ کی توجہ کی ضرورت
 پڑتی۔ جس پر دونوں حالتیں شیخ کے سامنے گزر گئیں اس کو اندیشہ نہیں۔

قبض و بسط کے اثرات تو شیخ کے بعد بھی مرتب ہوں گے، خیال تو ہو گا مگر یاس انگیز اور ناز پرورد نہ ہو گا۔

اور عافیت ہمارے شیخ کے مسلک میں ہے۔ حضرت مجدد ہیں اس فن کے۔ ہمیں بچا لیا قبض و بسط کی شدتوں سے۔ مجاہدات اور ریاضتوں کو حذف کر دیا۔ ارے بھائی عامیانہ زندگی بسر کرو، مقصود کو دیکھو لو کہ کیا ہے چلے کھینچ کر۔ یا صفتیں کر کے بہک جاؤ گے، کیفیات کا عمل نہ کر پاؤ گے، کوئی راستہ بتلانے والا کامل شیخ نہ ملے گا اور بھٹک جاؤ گے۔

ہمارے حضرت نے محفوظ کر دیا ان گھائیوں سے جہاں شدید قبض و بسط طاری ہوتے ہیں، تمھاری خانقاہ تمھارا گھر ہے، مسجد ہے، تمھارے تعلقاں بازار ہے، تمھارے معاملات ہیں۔ احکامات ہر حالت کے لئے ہیں، شریعت نے ہر حالت سے تعرض کیا ہے، ہر مقام پر شریعت کا حکم ملے گا۔ بس تعمیل حکم کو مقصود سمجھتے رہو، کرتے رہو اور بڑھتے رہو۔ اللہ خیر صلا۔ فرمانبرداری پر شکر بجالاؤ، ناگواری پیش آئے صبر کر لو، اور کوتاہی ہو جائے تو اللہم اغفر لی کہو اور آگے بڑھو۔ ریاضات اور مجاہدات سے اپنی زندگی کو خصوصیت کا رنگ دے کر کیوں عجب میں گرفتار ہوتے ہو۔ بس عامیانہ زندگی بسر کرو۔ ایک عامی آدمی پر کیا قبض و بسط طاری ہوں گے، طاری تو ہوں گی یہ کیفیتیں مگر نہ اتنی شدید کہ حالت کو الٹ پلٹ کر دیں اور یہ قبض و بسط بھی اگر شیخ کے دامن میں گزر جائیں تو پھر نہ قبض پر اندیشہ اور نہ بسط پر۔ بلکہ یہی قبض و بسط ہیبت اور انس ہو جائے گا۔ یا نہ ہمہ حسن خاتمہ

ہر اطمینان کلی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور میر بن تو مرتے دم تک رہے گی۔
 بہت عنوان سوچے اور بہت خاک کھینچا ڈالے
 مرتب ہو سکا لیکن نہ اب تک مل کا افسانہ
 امانت کو دے کر حضور میں پہنچ جائیں پھر اطمینان ہی اطمینان ہے۔
 ایمان چہ سلامت بلب گور بریم
 احسن بریں چستی و چالاکی ما

تجدید سلاسل اور مسلک نقیضی

حضرت دالاک کی مجددیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف ذکر و شغل
 ہونا ہی تو مقاصد سے نہیں۔ تجدید پر مدد کر اور ذکر اللہ سے تم نے نور حاصل
 کر لیا بہت اچھا ہے مگر بھائی اس نور کا مصرف بھی کچھ ہے؟ ذکر اللہ سے
 تاریکیاں دور ہو گئیں، ظلمتیں چھٹ گئیں، حقوق و حدود سامنے آ گئے، گندی
 اور پاکیزہ چیزیں اپنی اپنی جگہ پر نظر آنے لگیں۔ اب کیوں گندی چیز کو اٹھاتے
 ہو؟ اور اگر غلطی سے اٹھا لیا تو اب کر ذکر اللہ، پھینک دو اس کو، پھر
 ہاتھ دھو لو۔ تقاضائے بشریت سے اگر غصہ آگیا تو اب کیوں ان مقامی جذبہ کو
 لئے بیٹھ ہو؟ اس گندگی سے تو بہ تو کر لو۔ یہاں دکھاؤ ذکر کا اثر۔

مقصود تو اللہ کی بندگی ہے۔ تو کیا صرف تہجد کے وقت اللہ کے
 بندے تھے اب بندے نہیں ہو، تہجد میں اٹھ کر ذکر اللہ سے بھی تو مقصود

یہی ہے کہ یہ ہمارا بندگی کا تعلق اللہ سے مضبوط ہو جائے۔ صبح کو عام تعلقاً
 میں آکر یہ اتنا کمزور ہو گیا کہ معاملات خراب، گفتار میں ایک شکنجی، رفتار میں ایک
 ناز! ذرا غور تو کیجئے کہ آخر قصور کہاں پر ہے۔ کیفیتیں ناز کی سی ہیں۔ ہمارے
 حضرت والا کی مجددیت اسے خالقِ ہیت کا۔ ارے نکلے تو اس نے

تھے کہ اللہ کے راستہ میں چلیں گے، نفس کی پکڑندہ یوں پرہوئے۔ اس مجددِ وقت
 نے فرمایا کہ ہم وہ راستہ ہی نہیں بتلائیں گے جہاں تم نفس و شیطان کے
 بہکائے میں آ جاؤ۔ صاف راستہ بتلائیں گے۔ مجاہدات کرو گے حالات
 وارد ہوں گے کماں سمجھنے لگو گے بدعات میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ فسق و فجور سے
 توبہ کی توفیق ہو سکتی ہے مگر بدعات سے خواہ ظاہر کی ہوں یا باطن کی توبہ
 کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ ہمارے حضرت نے جس طرح شریعت کی بدعات
 کو مٹایا اسی طرح طریقت کی بدعات کو ختم کیا اور چاروں سلسلوں کی تجدید
 فرمائی اور وہ باتیں بتلائیں کہ رسم پرست جو اہل خانقاہ پر عشاہد ایک قدم بھی ان
 پر نہ چل پائیں۔

ہمارے حضرت چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے تھے مگر نہ کسی سلسلے
 کی وہاں کوئی روایت تھی نہ رسم، نہ تعلیم و تربیت کے وہ انداز تھے۔ حلقہ
 توجہ، اذکار اور مقررہ اور ادنیٰ چشتیوں کے تھے نہ نقشبندیوں کے۔ جب
 روایات اور رسومات کسی بھی سلسلے کی نہیں تھیں تو پھر حق کیسے ادا ہوا۔
 چاروں سلسلوں کا۔ حق یوں ادا ہوا کہ چاروں سلسلوں کو

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے براہِ راست منسلک کر دیا۔
اس دربار کی تعلیمات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے مولائے معاندین کے۔
حضرت کی مجلس میں آجائے سب فیصلہ ہو جائے گا، کھوٹا کھر معلوم
ہو جائے گا۔ اور یہاں اگر سب سے پہلے تو اپنے عقائد درست کرالو اور
خود رائی اگر رائی کے برابر بھی ہو تو اس کو پہلے ٹھکانے لگا دیجئے ورنہ مجلس
سے اٹھا دئے جاؤ گے اور نکال دئے جاؤ گے اس کے بعد پیش کر دینے
حقائق اور معارف کو۔ پیش کر دودھۃ الوجود کو۔ کیا سمجھے۔

وحدة الوجود | ایک مرتبہ ہمارے حضرت نے دودھۃ الوجود پر ایک مختصر سی
تقریر کر کے فرمایا کہ دودھۃ الوجود یہ ہے کہ میاں ہیں اور
ہم ہیں اور کوئی نہیں۔ ارے خلعتِ وجود ہم کو دیا ہے کیا اسے بھول جاؤ
گے۔ اے معبودِ حقیقی تیرے سوا کوئی نہیں، یہ بات کون کہہ رہا ہے ہمیں تو
کہہ رہے ہیں۔ میاں سیدھا راستہ اختیار کر لو اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ تعمیلِ حلم
میں اپنے کو مٹا دو اور نادم رہو کہ کچھ نہ کر پائے اور شکر کر دو کہ بلا بودے اگر اس
ہم نہ بودے۔ جب نادم اور سبکیں ہو کر آتے ہیں اللہ کے سامنے کہ اے اللہ!
میرے تمام وسائل پیچ ہیں، بس آپ ہی ہیں جو کچھ ہیں۔ اپنی بے کسی، بے ہنگی،
بے چارگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہی سب دودھۃ الوجود ہے ہمارے اور آپ
کے لئے۔ انسان کا کمال یہ ہے کہ عہدیت پیدا کرے اور سارا نور حضرت
کے یہاں اسی پر تھا کہ بندے بن جاؤ۔

مجاہدے اور کیفیات | ہم اس ہنگامی دنیا میں پریشان، بدحواس

جس اور پھر نہ تلاش ہے نہ صحبت، علوم کا فقدان، فرصتیں کم عمر میں محدود، اور مجاہدات کا یہ خاصہ کہ کیفیات ضرور پیدا ہوں گی۔ اس میں مسلمان کو تحفیس نہیں، کسے باشد، کافر ہی کیوں نہ ہو، ہمارے حضرت دیکھ رہے تھے کہ ڈھونڈو گئے بھی تو ایسے اللہ دے میسر نہ آئیں گے جو ان عجب، پندار، نازاواہ یاس کی گھاٹیوں سے تمہیں نکال لیں۔ نکلو اس گمراہی سے۔ نہ مجاہدے مقصود نہ ان سے پیدا شدہ کیفیتیں قابل التفات۔

صحیح تعلیم دیکھو کہاں ہے اسمیں اصلی چیزیں،

روحانی کیفیات

سچے احوال اور روحانی کیفیات ملیں گی جن کی لطافت اور پائنداری کے سامنے ان نفسانی کیفیات کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ نماز ترک نہیں کر سکتے سمجھئے کہ روحانی کیفیت حاصل ہے۔ کسی تقریب کی شرکت میں ترک واجب کے احتمال سے ایسا کھٹک محسوس ہو رہی ہے یہ روحانی کھٹک ہے۔ روح کی لذت اس میں ہے کہ اعمال واجبہ کی پابندی ہو جائے اور ترک تو بڑی چیز ہے ترک کا خیال ہی کر کے دیکھئے اندر سے کوئی چیز بے چین ہو جاتی ہے۔ یہ بے چینی بتلا رہی ہے کہ روحانی لذت دوا ما حاصل ہے۔ جس طرح نفس نہیں چاہتا کہ اس کی غذا نہ ملے روح بھی نہیں چاہتی کہ اس کی غذا بند ہو جائے اور روح کی غذا اس میں ہے کہ تعمیل حکم ہو جائے، فرض و واجب ادا ہو جائیں یہ ان کے ترک کو برداشت نہیں کر سکتی دوا ما ہم پر یہ خیال مسلط ہے اور یہ حال طاری ہے کہ کوئی واجب چھوٹنے نہ پائے تو روحانی کیفیت اور روحانی لذت دوا ما ہم کو حاصل

ہے۔ نماز کو اس وقت طبیعت نہیں چاہی اور نفس مزاحمت کر رہا ہے مگر اسی جسمانی کسل اور نفسانی بے کیفی میں نماز کو ادا کیا۔ اب دیکھئے روح کو کیسا سکون اور کیسی لذت نصیب ہوئی۔ یہاں پر جسمانی اور نفسانی لذت کی نفی کے بعد روحانی لذت ثابت ہے۔

سارے مجاہدات فرض و واجب کی ادائیگی ہی میں آجاتے ہیں۔ مزید اعتراضی مجاہدوں

شیطان کا ایک فریب

کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کوئی کر کے تو دیکھے۔ مگر تم نے تو لذت و کیف کا معیار ہی غلط قائم کیا۔ دراصل شیطان اُسی رنگ میں گمراہ کرتا ہے جس رنگ کا وہ انسان ہوتا ہے۔ ان غیر مقصود مجاہدوں سے وہ چاہتا ہے کہ یہ شخص جو اللہ کے راستہ میں چلا ہے کیفیات کے ذریعہ سے اس میں نازی لہر پیدا ہو جائے۔ عجب اور پندار میں گر قنار ہو کر میرے ہی رنگ میں ڈوب جائے اور خود کو صحیح راستہ پر سمجھتا رہے۔

روح کی تشنگی کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے اندر دین کی

احوال صادقہ

طلب پیدا کر دو اور اہل علم سے مشورہ کرتے رہو یہ ثبوت ہے روح کی کھٹک کا اور برابر کام میں لگے رہو بس یہ عمر بھر کا سرمایہ ہے۔ پھر ان احوال صادقہ کے سامنے نہ جوش و خروش کی کوئی حقیقت ہے نہ کیفیات کی نہ احوال و مواجید کا کوئی درجہ ہے نہ انفعالات کا۔ کیسے ہی انقلاب آجائیں اور حالات گزر جائیں۔ دنیا بدل جائے نفس و شیطان کیسے ہی عنوان سے روکیں تم حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ اسی سے سب حقائق اور معارف منکشف

ہو جائیں گے۔ یہاں تو حکم کی تعمیل ہی اصل کمال ہے۔ اتباع کرتے رہو
 اسی میں کیفیت و نشاط ہے۔ یہی مجاہدہ اور تزکیہ ہے۔ یہی عبدیت اور
 محبوبیت ہے، اسی میں صبر بھی ہے اور شکر بھی، تسلیم و رضا بھی اور
 توکل بھی، ارے سارے مقامات طے ہو جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 اتباع میں لیکن یہ اتباع بلا شرط و قید ہونی چاہئے۔ اعتقادات اور
 عبادات میں بھی معاشرت اور معاملات میں بھی اور اخلاق میں بھی۔

انسانوں کو چھوڑ کر کہاں چلے جاؤ گے؟ معاملات
معاشرت اور سلوک سے کیسے بچ سکتے ہو؟ کیا قیمت اس قول

کی کہ میری روح آسمانوں پر پرواز کر گئی۔ زمین پر اتر کر دکھائیے اپنے
 جوہر۔ آپ زمین پر رہیں، یہیں کی سیر کریں۔ فرشتوں و واجبات سامنے
 ہیں، حقوق ہیں، عرش و کرسی سے کیا مطلب؟ اپنے کسی استاد کی ایک
 حکایت ہمارے حضرت والائے نے بیان فرمائی ہے نہ باہر سے آئے، بیوی
 نے کچھ می پکائی مکتی سامنے رکھ دی۔ کھائی تو نمک کڑوا۔ جی میں آیا کہ
 اٹھا کر پھینک دیں۔ مگر عرفان کی ایک جھلک آئی کہ بیچاری نے جان کر تو
 ایسا کیا نہیں، غلطی ہو گئی۔ پھر میں اللہ سے کس منہ سے معافی مانگوں گا
 اگر اس کو معاف نہ کروں گا۔ سہو آ ہو گیا عمداً تو کیا نہیں۔ بس میرے
 مقدر میں یہی ہے اس لئے اسی کو کھا لینا چاہئے۔ یہ ہے ہماری عرش و
 کرسی کہ ایک زمین کے رہنے والے نے اتنی اونچی بات سوچ لی۔ یہی تو دیکھنا ہے
 کہ اس عالم تعلقات میں آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی،

آپ مخلوق کے لئے وجہ اذیت تو نہیں بن رہے۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے کل سلوک ہے: اللہ کے اور اس کی عاقبت کے حقوق حسن و خوبی کے ساتھ ادا ہو جائیں یہی تو سلوک ہے اور سلوک میں کیا رکھا ہے۔

عام تعلقات اور پاسِ انفاس | ہمارے حضرت نے پاسِ انفاس کے معنی سمجھائے کہ فکر و تامل کا نام

ہے۔ یہاں پاسِ انفاس ہے۔ آدمی سوچے کہ یہ چیز مجھے چھونی چاہئے یا نہیں۔ زبان سے کوئی بیجا لفظ نہ نکل گیا تو فکر لگ جائے، توبہ کی طرف توجہ ہو کہیں ناگواری پیش آئی، اثر ہو تو سوچے کوئی زیادتی تو نہیں ہو گئی۔ یا اللہ دل میں کدورت نہ آنے پائے یا اللہ جس سے مجھے ناگواری پیش آئی اسے معاف کر دیجئے، یہ پاسِ انفاس بھی کر کے دیکھئے ترقی ہوتی ہے یا نہیں۔

بزدلہ نواز یہ نفس کہاں کہاں بٹھکتا ہے ذرا تامل کے بعد ایک نظر تو ڈالئے ناگواری پیش آگئی تھی تو اب کیوں غصے کے تاثرات لئے بیٹھے ہو، توبہ تو کر لو اس گندگی سے۔ تھوڑی دیر مراقبہ کر لیتے یا اللہ بڑی نادانی ہو۔ دوازدہ سبب کا اثر یہاں دکھانے کی ضرورت تھی۔ ارے اس وقت پڑھو۔ "اللہ حاضر ہے، اللہ ناظر ہے" یہ ہے مجاہدہ۔ اب وقت آیا تھا درویشی کے جوہر دکھانے کا۔ دقت آگیا، دھو لو یہ دقت ہے دھونے کا۔ اور کب پاک کرو گے؟ یہ وقت ہے پاسِ اناس کا، احسان کے درجے کا وقت یہ ہے۔ جوش آگیا اہل زندگی میں کیا کریں؟ توبہ کر لو، تنقیہ تو نہیں رہ گئی

دل میں۔ دل کو صاف کر لو۔ حضرت سارے مقامات باطن کے یہیں
 طے ہو جائیں گے۔

مصرفِ بزرگی | جزوِ اعظم ہماری انسانیت کا یہ ہے کہ کسی کو ہم سے
 تکلیف نہ پہنچے اور انسانیت کے جذبات پیدا ہو جائیں

پیری مریدی سے، ذکر سے اور اس سے یہی مقصد ہے۔ سالک کا مقصد جب تک
 اصلاحِ اخلاق نہ ہو کبھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس کو مقصود بنانے سے کچھ
 نہیں ہوتا اور آج اکثر اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ ہمارے حضرت نے سارا زور

معاملات اور معاشرت پر دیا۔ اسی میں انسانیت کے جوہر کھلتے ہیں، یہ کوئی
 بے معیار ہے۔ کرو امتحان اپنے تقدس کا، پرہیزگاری اپنے سلوک کو، تزکیہ

کا، اخلاق باطن کا سب کا معرفت یہی ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے، اگر
 انسانیت سیکھنا ہو تو یہاں آؤ اور بزرگ بننا ہو تو کہیں اور جاؤ۔ رذائل

و حسنات پر قابو پالینے سے، مجاہدوں سے، طریق کی واقفیت سے، حقائق و
 معارف سے، علوم سے، تہجد سے اللہ کی ضربوں سے آپ بزرگ ہو جائیں

گے۔ آپ آپ کے پاس بزرگی کا سرمایہ ہے مگر اس کا مصرف کیا ہے؟
 جس طرح بینک بیلنس (BANK BALANCE) آپ کے پاس ہے مگر

اس کا مصرف کچھ نہیں یا غلط ہے تو بیکار ہے بلکہ وجہ ناز یا وجہ اذیت بنا
 ہوا ہے۔ اسی طرح بزرگی کا کچھ مصرف ہے اور وہ انسانیت ہے اور انسانیت

معلوم ہوگی، معاشرت اور معاملات میں سے

جس نے سمجھا ہو جنون شوق کو رازِ حیات
 عارفی کیا اور بھی کچھ اس سے سمجھا جائے ہے

ہو سکتا ہے ساری علانیاتیں تقدس کی موجود ہوں مگر انسانیت نہ ہو۔ دیکھئے تو
 یہی ہمارے حضرت ساری دنیا کو مدعو کر رہے ہیں انسانیت کی طرف اور خود
 یہ کہہ رہے ہیں کہ میں موبیشیوں سے بھی بدتر ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ وہی انسان
 ہے جو اپنے آپ کو سب سے کم سمجھے در نہ ضرور وجہ اذیت بنے گا دوسروں
 کے لئے۔

عالم تعلقات میں ناگواری کا منشاء | ہم کو اپنے نفس کی خاطر ادنیٰ
 ناگواری بھی ہو تو دیکھنا چاہئے

اس ناگواری کا منشاء کیا ہے؟ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ ایک چیز ہے
 جو سالکین میں سے نکالے نہیں نکلتی اور وہ حب جاہ ہے۔ یہ ذیلہ ہر اہل
 عنوان اختیار کر لیتا ہے مگر نکلنے نہیں پاتا۔ جب تک کسی شیخ کامل کے
 ذریعہ فناء کامل حاصل نہ ہو جائے تب تک اس کا نکلنا مشکل ہے، اگر
 ہم میں حب جاہ آجائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم حضرت کارنگ و مذاق
 نہیں آیا اور فیوض و بہکات کا ترشح اس وقت تک نہیں ہوتا جب
 تک جاہ باقی ہے۔ ہم اور آپ سب غور کر کے دیکھ لیں کہ ہم میں جاہ تو
 نہیں، جو کام کر رہے ہیں کہیں جاہ کے لئے تو نہیں کر رہے ہیں۔ سوچ لیں
 کہ ناگواری کیوں ہوئی؟ کچھ تو ہے آخر۔ معاملات میں گفتگو کے اندر تیزی
 کیوں آگئی، کونسار ذیلہ انگیز ہو گیا؟ اسے بھائی یہی تو حب جاہ ہے،
 تکبر میں مبتلا ہو، نکالو اس کو، یہ تو رہزن ہے۔ دیکھنے میں بڑا خفیف
 ہے مگر جب عود کرتا ہے تو سب ہی کچھ لے بیٹھتا ہے۔ اس بات کو سامنے

رکھ لو، مقصد بنا لو کہ انشاء اللہ اس کو مٹا کر رہیں گے، فنا کر کے چھوڑیں گے۔
 ارے کتنا نہ بھون سے تعلق اور حب جاہ ایسا تو نہ ہونا چاہئے سہ
 دریائے فراواں نشو و تیرہ بسنگ
 عارف کہ برنجہ تنگ آب است ہنونا

ذرا بخش ہو، ملال آئے تو سوچے، منشاء کیا ہے۔ ارے وہ عارف ہی کہاں
 ہوا جس میں خودی آگئی، ابھی صفائے قلب اور تعلق مع اللہ نے موجیں
 کہاں بنا ہیں سہ

عمرے باید کہ یار آید بکنار | اس دولت سرمد ہمہ کس را نہ بند
 بس ہمارے حضرت کی مجلس میں اسی کے حلقے
حب جاہ کا علاج | ہوئے برسوں، کسی کی خودی نکالی جا رہی ہے،
 کسی کی جاہ کو مٹایا جا رہا ہے، مختلف تدبیریں بتاتی جا رہی ہیں، اس پر تنبیہ
 فرماتے رہے کہ کیسے کیسے عنوان سے یہ چیزیں سالک میں آتی ہیں حضرت
 یہی بتاتے رہے کہ ہم اپنا مطلق نظریہ بنالیں کہ اس خودی کو اور جاہ کو مٹا کر رہیں
 گے تو انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے سہ

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
 اب تو اس دل کو بنانا ہے ترے قابل مجھے

بس اپنی طرف دیکھے کہ دوسرے ذلیل تو نہیں معلوم ہو رہے۔ سمجھے
 کہ میں تو خدمت گزار ہوں، بچے عزیز رشتہ دار سب کا خدمت گزار۔ خادم
 کیا نام کر سکتا ہے۔ اور یہ ناگواری جو جاہ کی وجہ سے ہے۔ تعذیب ہے۔

گویا کہ ہنٹر لگا یا جا رہا ہے حب جاہ کا۔ خودی تو ایک دارغ ہے، ارے
رہ کیوں جلے۔ جب اس کا ظہور ہو۔ جب ہی مٹاؤ۔

فنا بھی بقا بھی فناء الفنا بھی

سب آثار ہستی مٹاتا چلا جا

سلامتی کا راستہ اور تدبیر یہ ہے کہ اپنی ہر ناگواری پر یہ سوچے کہ میں مج
ہوں، اللہ میاں جرم خودی کی سزا دلار ہے ہیں؛ لگاؤ اس کے ہنٹر۔
دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا

بس توبہ کر لو اور نادم ہو جاؤ۔

آج اس ہنگامی دنیا میں فتنے ٹوٹ پڑے ہیں۔ چاروں طرف
ناپاکیاں ہیں، گندگیاں ہیں۔ بجائے کسی کی تحقیر کے واحد علاج یہ ہے
پناہ چاہے، استغفار کرے، شکر کرے، وہی طوفان اٹھاتے ہیں وہ
کشتی پار لگاتے ہیں۔ شکر کرنے والا، پناہ چاہنے والا اور استغفار کرنے والا
کبھی محروم نہیں ہوگا۔ اس سے احوال بدلتے چلے جائیں گے، کہیں پناہ
نہیں سولے اللہ کی رحمت کے۔ پناہ چاہے اور سب کے لئے چاہے
اس سے ناگواریاں اور دل کی کدورتیں دور ہوں گی۔ اور اگر دوسو سو آگ
کہ سب نئے لئے کیوں مانگ رہے ہو تو بھائی جس سے مانگ رہے ہیں
ہستی تو عجیب ہے تم مانگو تو سہی۔ وہ نظام عالم کو بدلیں یا نہ بدلیں
ہم کو تو مخلوق کی خیر خواہی میں لکھ لیا جائے گا۔ جو ان چیزوں میں مشغول
ہو جائے اور خود اپنی کشتی گرداب میں دیکھے اس کو دوسروں کو دیکھ کر

ناگوار ہی ہوگی۔

ندامت اور اعترافِ قصور | اگر طاعت کی طرف خیال جانے لگے۔
تب بھی نادوم ہو تو بہ کرے، ہم کیا

اس کی عظمت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ
لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں کوئی عبادت کو کوئی تقویٰ کو میگر
محققین سب سے بڑا کمال اسکو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیش نظر
رکھے۔ ہماری طاعات یقیناً ناقص ہیں۔ ان نقائص کے ساتھ کیا ناز
کیا جاسکتا ہے بلکہ شرمانے کی بات ہے نادوم ہونا چاہئے، استغفار کر
شرفِ انسانیت بھی تو یہی ہے کہ بندہ نادوم ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام
کو سب سے پہلے ہی چیز تو عطا کی گئی — میرے رب نے صرف ایک چیز
سے مجھ کو منع کیا تھا، وہی میں کر بیٹھا، کیسی چوک ہو گئی، کیا حرکت کی —
دو چیزیں سامنے آ گئیں "عظمتِ الہی اور اپنی بے کسی۔ بس نادوم ہو گئے
اور چلا اٹھے سر بنا ظلمنا الفسنا۔ ارے رازِ زندگی جو ہے وہ یہی معرفت
تو ہے اور اعترافِ قصور بڑی چیز ہے۔

فرشتوں نے انھیں رذائل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو خورِ یزی کر بیٹھا۔
مگر یہی رذائل فرشتوں سے اونچا لے جانے والے بن گئے۔ جتنی معرفت
انسان کو ہے فرشتوں کو نہیں۔ آدم سے ایک غلطی ہو گئی تھی حضرت آدم کو اس سے
اس قدر فائدہ ہوا کہ ندامتِ قلبی پیدا ہوئی کہ ان کا حکم اور ہم قیل و قال
کریں، کیا ہم خود مختار ہیں، بڑی بے ادبی ہے۔ جب رذائل ابھرتے ہیں

فاسق کو لے لو اور ان کے متبرک سے متبرک کو لے آؤ۔ اگرچہ بہت سی گندگیاں
 ہمارے اوپر ڈال دی گئیں مگر اس فسق و فجور پر کبھی یہ عالم ہے کہ مسلمان عورتیں
 ماحول خراب ہونے کی وجہ سے اگرچہ نیم برہنہ نکلتی ہیں مگر ایمان رکھتی ہیں
 نمازیں پڑھتی ہیں، روزہ رکھتی ہیں صدقہ و خیرات سب ہی کچھ کرتی ہیں۔ یہ
 اعجاز ہے ہمارے حضرت کا کوئی عالم زبان نہیں کھول سکتا۔
 اور جب ناز آجائے پھر نیچے آجاؤ۔ یہ نشیب و فراز اگر نہ آئیں تو عرفان نہ
 ہو، پختگی نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ مراتب بلند کرے حضرت والا کے، بڑا احسان کر گئے،
 راستے کھول دیئے، نفس و شیطان دور تک نظر نہیں آتے۔
 جینا بھی آگیا مجھے مرنا بھی آگیا
 پہچاننے لگا ہوں تمہاری نظر کو میں
 ایسی پہچان کر گئے اور ایسی نظر پیدا فرما گئے کہ نہ ناز پیدا ہو سکتا ہے
 نہ یاس۔

خلاصہ مسلک تھانویؒ | تو حضرت یہ ہے ہماری خانقاہ کا تصوف تکمیل
 ترقی اور قرب خداوندی کے لئے۔ سارے

مقامات مخلوق ہی میں طے ہو جاتے ہیں:-

— خلوص کے ساتھ "معاملہ" کر رہے ہو یا نہیں یہ احسان ہے۔
 — مخلوق کو اپنے نفس کے شرور سے بچاؤ اور حقوق ادا کر دو یہ سلوک ہے۔
 — لغو کام نہ کرو، لغو مجلس میں نہ بیٹھو، لغو بات نہ سوچو نہ کہو۔ پھر

جو کام کر رہے ہو وہی مختار ہے اور ادو وظائف ہیں۔

کام کرنے سے پہلے مشورہ کرو، سوچ لو کہ میاں کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں۔ پاسِ انفاس ہے۔

اس بات پر بچتہ ہو جاؤ کہ جو شریعت کا حکم ہو گا وہی کریں گے چاہے کچھ بھی حال گزر جائے یہ تمہاری کرامتیں ہیں۔

اللہ اور اللہ کے رسول کی ہم کو باتیں بتائی جا رہی ہیں، عقائد اور حالات درست ہوتے چلے جا رہے ہیں، اخلاقِ باطنی کی اصلاح ہوتی جا رہی ہے یہ ہمارا اور آپ کا حلقہ ہے۔

اور اپنی بندگی کا تعلق مالک سے درست کر لو یہی وحدۃ الوجود ہے
 ۵ اے قوم: حج رفتہ کجاوید کجاوید
 معشوق در ایہنجاست بیاوید بیاوید

سلوک کی ابتداء اور انتہاء

زندگی کی بہترین چیز پروگرام ہے۔ اس سے کاموں میں سہولت ہو جاتی ہے لہذا جو ضروری کام کرنا ہوں قوت و فرصت کے زمانے میں اپنے وقت پر کرے ورنہ یہ زندگی تو گزر جانے والی ہے؛

۵ میں دیکھتا ہی رہ گیا نیرنگ صبح و شام

(عارفی) عمرِ فسانہ ساز گذرتی چسلی گئی

کلام پاک میں ہے کہ موت کے وقت بندہ کہے گا۔

رَبِّ نَزَلَا أَخْرَجْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصْدَقْتَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ

ترجمہ: اے میرے پروردگار کیوں نہیں مہلت دی آپ نے مجھے تھوڑی مدت کے لئے کہ میں ہدایت خیرات کرنا اور نیکو کاروں میں شمار ہوتا

تم اب سمجھ لو کہ مہلت مل گئی ہم میں مختلف مشاغل کے لوگ ہیں، اپنی اپنی حقیقت کو دیکھ لو اور ایک نظر ڈال کر زندگی کا جائزہ لے لو۔

ان تمام معصیتوں کو دھو دینے والی دولت تو بہ استغفار ہے، اس سے حالات بدلتے چلے جاتے ہیں اور بندہ کا رخ درست ہو جاتا ہے اسکو

کام میں لاؤ اور لغویت، معصیت اور غفلت جو زندگی میں داخل ہیں انکو حذف کر دو۔ پھر یہی ہمارے کاروبار، کھانا پینا، دوست احباب سے

ملنا جلتا سب اعمال حسدہ ہیں۔ اب ہماری حیات حیاتِ طیبہ ہے اور ہم سیدھے راستہ پر ہیں۔

یہ واقعات اور لمحاتِ زندگی ہیں، تعلقات ہیں، معاملات ہیں۔ ان کے کچھ مطالبات ہیں۔ ان سب تغیرات اور حالات کے اندر

جیسا جیسا وقت آتا جائے اس کا حق ادا کرتا جائے۔ اسی میں کبھی ٹکری ہے کبھی صبر ہے اور دونوں ان کی رضا کے مقام ہیں۔

انسان بہر حال انسان ہے مگر یہ قصداً ہتمام کہ غفلتیں یا لغزشیں اگر زندگی میں آئیں تو تو بہ کر لیں گے تو پھر یہ لغزشیں بھی ہماری محسن

ہیں۔ ان ہی سے قرب حاصل ہو گا اور حیاتِ طیبہ میں بھی مزید اضافہ ہو گا

اس لئے کہ نادم ہیں، شرمسار ہیں، استغفار کر رہے ہیں، تلافیٰ یافتہ
میں لگے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ کبھی عین ان کی رضا کے مطابق ہے،
اب حال اپنا ہے اس کے دل خواہ کیا پوچھتے ہو الحمد للہ

جب یہ حالتیں راسخ ہو جاتی ہیں انہیں کو اصطلاح میں مقامات
کہتے ہیں۔ مقام کے معنی ہیں امور شرعیہ کا امور طبعیہ بن جانا، ان میں
تردد نہ ہونا، تذبذب نہ رہنا، استحکام ہو جانا اور اہتمام کر کے
اہتمام کی عادت ہو جانا۔ چاہے کوئی کیفیت ہو یا نہ ہو عمل پر دوام ہے
یعنی اپنی سی کئے جاسکے۔ بنے یا نہ بنے

ہم تو صرف اہتمام کے مکلف ہیں انجام کے مکلف نہیں۔ انجام تو ان کی
عطیہ ہے۔

ع کسی کے لب پہ قائم کسی کے لب پہ آہ

اور یہ سب ان کی رحمت کے عیان ہیں۔

اب سالک شرعی دستور العمل پر عمل پیرا ہے، فرائض و واجبات
کے اہتمام میں مصروف اور ساری زندگی ان کی غشاد کے مطابق گزار رہا
ہے۔ تصویریں لائے کہ اس دستور العمل میں کیا کوئی تغیر ہو سکتا ہے؟ کسی
تغیر کا ارادہ ہے؟ بالکل نہیں ہے۔ سو سال کی زندگی ہوتی تب بھی یہی
کرتے اور ابدال آباد کی ہوتی تب بھی یہی کرتے۔ جب یہ ہے تو اس کا سلسلہ
بھی ابدال آباد رضا کا مقام جنت ہے۔ اسے قصیر اہتمام ہی سے توالیہ
راضی ہو رہے ہیں، جو کام کر سنے کا ہے وہی تو کر رہے ہیں۔ اب پچاس

قدم پر جان نکل جائے یا سو قدم پر ہم تو سبکدوش تھے اہتمام ہے آگے ہیں
کیا معلوم کہ موت ابھی آجائے گی۔

اتنا تو آسان طریق پھر مایوسی کی کیا بات ہے۔ راہ پر پڑ جانے کے
بعد بڑی بیکار بات ہے یہ کہتے رہنا کہ ہم گنہگار ہیں، بڑی ناقدری ہے۔
ارے کب کہا تھا اللہ میاں نے کہ معاف نہ کریں گے! یہ عازت تو چھوڑ ہی
دینی چاہئے۔ بڑی ناشکری ہے۔ بار بار کیا سوچے۔ عیسیٰ و خیر
کے سامنے سب کچھ پیش کر دیا، نام ہو چکے۔ اب ان کی رحمت کی طرف
دیکھو کیسے کیسے کشش لوگوں کو معافی ملے گی۔ ادا اسے شدت نہ کر دے گے تو محروم
رہو گے اور ناز کی بھی کوئی بات نہیں یہ تو اللہ کی دین اور عطا ہے۔
غافل مرد کہ مرکب مردان زہد را در سنگ لاج باد یہ بام بیدہ اند
نامید ہم مباش کہ رندان بادہ کوش لگا گاہ بیک خروش بمنزل رسید اند
حضرت ایک خروش کافی ہے ناامیدی کس بات کی اور مایوسی کیوں ہوئے
ہو! تمام اہل وجدان اور اہل عرفان نے سارے مقاماتِ عبادت طے
کر کے بتا دیا کہ نیکے کام ہی "فرائض و واجبات" ہیں۔ ہزار سال زندہ
رہو تو کیا اور پچاس سو سال تک زندہ رہو تو کیا۔ صراطِ مستقیم پر رہنے
والوں کو انھیں اعمال کہے "اہتمام" کی ضرورت ہے۔

الحمد للہ اہتمام کرنے والے محروم نہیں بڑے خوش نصیب ہیں، بڑے بڑے
محققین کے ساتھ ہیں، بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر، یقیناً شہداء اور صالحین
اسی راستہ پر چلے ہیں۔ ع بر صراطِ مستقیم اسے دل کے گمراہ نیست

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ ترجمہ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دولت اپنے صحابہ میں تقسیم فرمائی پھر حضورؐ کی مجلس والوں میں جس طرح صدیق اکبرؓ کامل ہیں اسی طرح ایک بدو مٹی بھی کامل ہے۔ ارشاد ہے اصحابی کالنجوہ۔ ترجمہ: میرے صحابہ (ہدایت حاصل کرنے کے لئے ستاروں کی طرح ہیں) سب جہنم کا رہے ہیں چھوٹے بڑے اپنی اپنی جگہ پر۔ ان کے مراتب الگ الگ ہیں، حیثیتیں جدا گانہ مگر سب کامل ہیں جنت میں بھی سب کامل ہی ہوں گے ناقص کوئی نہ ہوگا۔ مگر مراتب اور مدارج میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ارے ان کے فضل سے اہتمام کر نیوال ہر امتی اپنی جگہ پر کامل ہے۔

اسی طرح شیخ کی مجلس میں مختلف استعداد کے لوگ ہیں۔ شیخ نے ایک کو درس و تدریس میں لگا دیا، ایک کو خانقاہ میں بٹھا دیا۔ کسی کو مسجد میں امامت پہرہ دیکر کسی کو اذان دینے پر اور جھارڈو لگائے پہرہ مامور کر دیا سب کامل ہیں۔

پھر دوران سعی میں کوئی کسی حال میں ہے کوئی کسی حال میں حضرت ﷺ کی مجلس میں فقیر محمد صاحب روتے روتے نڈھال ہوئے جارہے ہیں تو حبیب اللہ صاحب ہنستے ہنستے دیوانہ بنے جارہے ہیں۔ ایک امام نعمت پر روتے تو کیا اور دوسرے ہنس دے تو کیا، اپنا اپنا طرف ہے مگر یہ ماننے والوں کے لبریز ہیں۔

آپ کے جتنے ملازمین ہیں سب کو آپ سے اپنے اپنے درجہ میں
قرب ہے اور اپنے اپنے منصب پر سب کامل ہیں۔

ہمارے حقہ میں جو عرفان آیا ہے ہمارے لئے کامل ہے آپ کے
حصہ میں جو آیا ہے آپ کے لئے کامل ہے۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ
آپ کے دوست جانتے ہیں آپ نہیں جانتے اسی طرح اس کا عکس ہے یہ
اپنا اپنا رنگ ہے مگر عطا ان کی کامل ہے پس سعی کی نسبت بندہ کی طرف
ہے اور یہ ہمیشہ ناقص ہی رہے گی۔ اور عطا ان کی طرف سے ہے یہ ہمیشہ
کامل ہوگی۔۔۔

حسن کمال حسن ہے یعنی حسن جہاں ہے کامل ہے
عشق مال عشق ہے یعنی عشق میں کامل کوئی نہیں

غفلت کی مذمت اور رجوع الی اللہ کی ترغیب

زندگی کے STAGES بڑے سبق آموز ہوا کرتے ہیں۔ مختلف
حالات دیندار ہو یا دنیا دار سب پر گزرتے ہیں۔ ایک وقت ہوتا ہے
تعلقات بڑھانے میں مزہ آتا ہے دوسرے وقت تعلقات گھٹانے میں
لطف ہوتا ہے۔ پہلے مسلمان اگر عمر کے ایک حصہ کو لہو و لعب میں صرف
کر بھی دیتے تھے تو آخر میں اکثر خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اپنی آخرت
سنوار لیا کرتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ زیادہ تر دین کے چرچے اور

ابتدائی تعلیم بڑی ٹھوس اور مذہبی ہوتی تھی۔

(انگریز اسلام کا پرانا دشمن، اس نے اور ایج (OVER AGE)

اور انڈر ایج (UNDER AGE) کی طرح لگا کر مسلمان کو روزی میں الجھا دیا کہ عربی (یہ صرف قرآن ہی) اگر پڑھیں گے تو ملازمت کے لئے عمر نہ رہے گی۔ کمبخت نے نہ دین کا چھوڑا نہ دنیا کا۔ جب گیا تو وہی انگریزی ذہنیت پیدا کر گیا۔ پہلے مسلمان بچوں کے لئے ابتدائی کتابیں بڑی ایمان افروز ہوتی تھیں۔ پہلا جملہ "راہِ نجات" کا ہمیں یاد ہے یہ تھا "عزیز و! سمجھو تم اس بات کو مسلمان ہونا بڑی نعمت ہے۔" آج بلی اور کتے ابتداء میں بچوں کو روٹوائے جاتے ہیں اور جب بڑے ہو گئے تو نواب صاحب بن کر سو گئے۔

ایک بڑے میاں کو دیکھا۔ بالکل بوڑھے، کمر جھکی ہوئی ہوٹ چنے مائی لٹکائے چلے جا رہے ہیں۔ اب تک یا اللہ آخرت کا اندازہ نہیں ہوا! ارے بھول جاتے اب تو سب چیزوں کو، آخرت کے معاملات بڑے سنگین ہیں ذرا قلب کو فارغ کر لیتے مگر۔۔۔

بے صرفہ ہی گزرتی ہے، ہو کیوں نہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے

اللہ کی معرفت تو بہت دور کی بات ہے اپنا ہی حق ادا نہیں ہوتا۔ کوئی پاکیزہ زندگی ہو کچھ لطفِ زندگی ہو کچھ تو ہو جس کے لئے سرمایہ وقت کھو رہے ہو وہ احساسِ زندگی ہے نہ کچھ لطفِ زندگی ہم کیا جئے کہ مائلِ خوابِ گراں ہے

حدیث دیگر اس کب تک اپنی ہی آپ بیتی عبرت کے لئے کچھ کم موثر نہیں
 اپنی حالت کا جائزہ لو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اگر آخرت پر ایمان
 تو جتنا سوچو گے اتنا ہی افسوس اور قلق ہو گا اور سوچتے سوچتے اگر نہ
 ہونے لگو اور یا س غالب آنے لگے تو یہ بھی غلط ہے ۱۔
 سنبھلنے دے مجھے اے نا امیدی کیا قیامت ہے
 کہ دامن خیالِ یار چھوٹا جائے ہے بچہ سے
 غفلت کا وقت تو خیر گزرا ہی گیا مگر کس کا دامن ہاتھ میں ہے
 دیکھو۔ تم کو حضور کے امتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کا ثبوت
 کرو اور باقی زندگی اس کی قدر دانی میں گزار دو ۲۔
 وقتِ طلوع دیکھو وقتِ غروب دیکھو
 دل میرا ہو چکا ہے دنیا کو خوب دیکھا
 دوست احباب پارٹیاں اس کا حاصل کچھ بھی نہیں لیکن ایک نشہ
 اللہ کے لئے ذخیرہ آخرت بن جائے گی یہاں تو نیور ٹولیت
 بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پوچھے وہاں
 گرجہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

پندار کا صنم کدہ ویران کئے ہوئے

حضرت والا سے سید صاحب کی بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے

کہ جب تک یہ زخم باطل کہ میں کچھ جانتا ہوں نہ ٹوٹ جائے باطن کی راہ نہیں
 ٹھٹھکی۔ کوئی یہ سمجھا دے کہ تمہیں کچھ نہیں آتا۔ جب یہ سند مل جائے گی نہ ہیری
 ہو جائے گی۔

تا بدینجا رسید دانش من

تا بدینم ہمیں کہ نادانم

بڑا حجاب اور بڑی رکاوٹ اس راہ میں پندار ہے اور اپنے کو کچھ سمجھنا
 ہے اور بڑا ذریعہ ترقی کا اپنے نقائص اور نااہلی کا استحضار ہے اس لئے کہ
 : عرفان کی کوئی انتہا ہے نہ فضائل کی۔

حاصل عمر بشر جہل کا عرفان ہونا

عمر بھر عقل سے سیکھا کئے نادان ہونا

سید سلیمان ندوی عالمگیر شہرت کے مالک، عالم، علامہ، مورخ ادیب سب
 ہی کچھ تھے کہتے تھے کہ دس سال تک اس تارزو کو لے کر پھر اکہ ہندوستان کے
 کسی گوشہ میں کوئی مرد کامل مل جائے جو میری تصانیف تو دیکھے، میری،
 "سیرت" دیکھے، تاریخ و ادب میں کادشول کی کوئی تو داد دے۔ کوئی اہل دل
 اہل نظر نہ ملتا تھا۔ لیکن کشمش تھی تو کھانا بھون کی طرف، دل اسی طرف
 کھینچتا تھا، خواب میں دیکھتا تھا تو کھانا بھون۔ سید صاحب نے از خود رجوع
 کیا۔ آخر سب خیالات سے فارغ ہو کر پہنچ گئے حضرت کی مجلس میں۔

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے

پندار کا صنم کردہ ویران کئے ہوئے

پہلی ہی ملاقات میں علامیت کا ظرف ٹوٹ گیا وہ آئینہ جس میں
 اپنی ہی تصویر نظر آتی تھی پاش پاش ہو گیا اور خانقاہ میں سہ وری کے ستون
 کو پکڑ کر فرمایا تھا کہ "ساری عمر کے تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ جن علوم پر ہم کو ناز
 تھا وہ سب جہل ہے علوم تو یہ بڑے میاں لئے بیٹھے ہیں،" جب چلنے لگے
 عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرمادیجئے۔ فرمایا کہ "حضرت یہاں تو پہلا قدم اپنے
 کو مٹانا ہے۔" بس گریہ طاری ہو گیا اسی وقت دل ٹوٹ گیا، دفعتاً رخ بدل
 گیا، ذوق بدل گیا، اپنے کو اتنا مٹایا یا ایسا فنا کیا کہ سارے عالم کو معلوم ہو گیا
 کہ حضرت "سے تعلق ہے۔" حضرت کے ادنیٰ خادم رحم علی کی جوتیاں اٹھائے
 پھرتے تھے دوستوں کے کہ ہندوستان میں خطوط آئے کہ یہ تم نے کیا کیا ہے
 تو یہ تھا کہ مولانا تھا نومی تم سے رجوع ہوتے تم لئے ان سے بیعت ہو گئے۔
 فرمایا کہ بھائی میرے جن کمالات کے آپ قائل ہیں انہیں کمالات نے وہاں
 لے جا کر جھکا دیا۔ میں نے اپنا قبلہ درست کر لیا تم بھی درست کر لو۔

گرچہ بدنامیست نزد عاقلان

مانمی خواہیم ننگ و نام را

ذکر و فکر اور مقام شکر

ہم کو ذکرِ لسانی کی عادت ڈالنی چاہئے، ذکرِ لسانی کرتے کرتے کبھی
 دل تک ایک ادھو دفعہ ہر پہونچ جاتی ہے اور ذکرِ قلبی کی دولت میسر ہو جاتی

ہے۔ پھر تمام عالم امکان ہمارے لئے ذکرِ قلبی کا باعث بن جاتا ہے۔ جس طرح تسبیحِ مذکر ہے ذکرِ لسانی کے لئے اسی طرح اس کائنات کی ایک ایک شے مذکر ہو جاتی ہے۔ ذکرِ قلبی کے لئے اور معاملات معاشرت اور حوادثِ غرضیکہ تمام چیزیں ذکرِ قلبی کی فضا میں تجلیاتِ نظر آنے لگتی ہیں۔

یہ ذکرِ قلبی دعوتِ فکر دیتا ہے، احساسِ فکر اور تقاضائے فکر پیدا کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ فکر کا مادہ جو خوابیدہ اور چھپا ہوا تھا اس کو ابھار دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ تمام سامان اپنی طرف متوجہ کرنے کے واسطے پیدا فرمائے ہیں، کچھ خوشگوار، کچھ ناگوار۔ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہمارے لئے ہیں۔ تجلی جہاں بھی ہمارے لئے اور تجلیِ بھلاں بھی ہمارے لئے۔ ان دونوں کے بغیر معرفت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ شکر سے بھی معرفت پیدا ہوگی اور صبر سے بھی اور معرفت سے محبت حاصل ہوگی۔ محبت کی گردیدگی کس نے پیدا کر دی، سخت لہجے سے ہمارے ساتھ کسی کو کس نے بلوایا یہ حوادث جو کبھی مزاج پر سی کر لیتے ہیں کس نے ظاہر کر دیے؟

تیری محفل سے اٹھاتا غیر مجھ کو کیا مجال

دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا

معلوم یہ ہوا کہ ادھر ہی سے اشارہ ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ تعلق قوی ہو جائے۔

دلِ فدائے یارِ دلِ رنجانِ من

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من

یہ سب حالات اسفین کی طرف سے ہیں اور کس کے لئے ہیں، ہمارے لئے۔
 بس کچھ دن تک دیوانوں کی طرح یہی رٹ لگانی چاہئے کہ یہ سب
 کچھ میرے لئے ہے۔ عالم کائنات ہے اور میں ہوں۔ ہوائیں، فضا میں
 سب میرے لئے ہیں۔ ہر چیز اللہ نے میرے لئے پیدا کی۔

لمحات کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی موجود تم بھی موجود، اپنا لوہم کو یہی ہمارا
 مصرف تھا۔ یہ لمحات اللہ نے میرے لئے پیدا کئے۔

سورج طلوع ہو رہا ہے میرے لئے۔ آج کائنات کو حیات نو عطا
 کی جا رہی ہے۔ میرے وجود کے لئے۔ ہزاروں تقاضا کرنے والی اور اللہ
 کی طرف متوجہ کرنے والی چیزیں موجود ہیں۔ یہ اللہ نے میرے لئے پیدا کی ہیں،
 اس کی ذرا جھلک آئی اور شکر ادا کر دیا۔ آتے آتے یہ جھلکیاں تند و تیز
 ہو جائیں گی اور آپ اپنے آپ کو انعاماتِ الہیہ میں ڈوبا ہوا پائیں گے
 ان جھلکیوں کو پیدا کرنے کے لئے اپنی زندگی سے چند لمحات ضرور نکال لیجئے۔
 یہ بڑھیں گی تکرار سے، اہل اللہ کی صحبتوں سے اور استحضارِ انعاماتِ الہیہ
 سے کروڑوں چیزیں یاد دہانی کے لئے موجود ہیں۔ چند کا کبھی شکر ادا کر دو گے
 کامیاب ہو جاؤ گے اور جس روز اس مراقبہ میں ہار جاؤ گے اسی روز دروازہ
 کھل جائے گا۔ پکارا کھو گے کہ اے اللہ میں تو ان جھوکوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔
 اے اللہ توفیق عطا فرما کہ میں آپ کی رضا کے لئے صحیح طور پر قدر کے ساتھ
 یہ چیزیں استعمال کروں۔ اے اللہ مجھے اپنا شکر گزار اور فرماں بردار
 بندہ بنا لیجئے۔

اسباب تقویت روح و آثار حسن خاتمہ

دوست اور جائداد کا منشاء جو کچھ ہے وہ فراغتِ قلب ہے سو
الحمد للہ جائداد کا منشاء یعنی فراغتِ قلب ہم کو حاصل ہے۔ اگر فراغتِ قلب
مستمر ہوتی تو ذکر اللہ کے سے یہاں کیسے جمع ہو جاتے۔ کثرتِ ذکر اللہ اور
صحبتِ اہل اللہ بڑی نعمت ہے۔ اندازہ نہیں ہوتا صبح سے شام تک جانے
کتنی نعمتیں کھا چکے ہیں۔ اس سے بڑی، خون وغیرہ سب ہی کچھ بنے گا مگر
اس وقت کچھ احساس نہیں ہو رہا۔ اسی طرح روح کی غذا ذکر اللہ ہے۔
ذکر اللہ سے یہ توانا ہوتی ہے۔ اگرچہ اس وقت اس کا احساس نہ ہو لیکن
جب جسم ناتواں سے نکلے گی انشاء اللہ بڑی قوی ہو کر نکلے گی۔

دوسرے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جلیس ہوتا ہوں ایسی مجلس
کا جس میں میرا ذکر ہو۔ اس پیہم محالست سے بھی روح کو تقویت پہنچتی
رہتی ہے۔ پس جب یہ روح جسم سے مفارقت کرے گی تو جن کی محالست
سے انس حاصل کر چکی ہے، انھیں سے وابستہ ہو جائے گی۔ الحمد للہ منجملہ
علامات کے ایک یہ بھی علامت ہے حسن خاتمہ کی۔

فکر خود

ایک صاحب کی اخباری اور سیاسی گفتگو پر جو بہت دیر سے

مسلمانوں کی بے راہ روی کی شکایتیں کر رہے تھے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ دور یوں ہی رہے گا جو اذیت اور انقلابات آتے رہیں گے لیکن کسی پہلو سکون نہیں ملے گا۔ سکون اگر ملے گا تو جھنڈے کے دامن میں سے

ہرچ کنجے بے دو و بے دام نیست

جن نخلوت کا حق آرام نیست

جھنڈے کے دامن میں ہزاروں رحمتیں ہیں، ہم نے اسی رحمت کے دامن کو تو چھوڑ دیا اسی وجہ سے پراگندہ ہیں۔ یہ سب ہمارے ہی قدموں کی نحوست ہے۔ ورنہ تو اسلاف نے اس دامن میں پناہ لے کر کر کے دکھلا دیا کہ حکومت اور سیاست کس کو کہتے ہیں۔ اب کون بدے گا اس نظامِ عالم کو؟ کوئی بدل سکتا ہے؟ قرب قیامت ہے اپنے ایمان کی خیر منائیں

ایمان چہ سلامت بلب گور بریم

اسنت بریں چستی و چالاکی ما

بھئی جو چیز ہیبت ناک ہے اس سے بچو، طرز معاشرت بدلو، جس جس کام کے ہم فی الحال مکلف ہیں وہ تو کر لیں، اپنے اندر تو تغیر پیدا کر لیں، بس ہمارے لئے اور آپ کے لئے یہی ایک کام ہے کہ اپنی طرف دیکھیں،

شکوے شکایت میں مبتلا ہو کر ہمیں کچھ نہ ملے گا

بیکار ہیں سب قصے کیوں انکی طرف دیکھو

ان سب کی حقیقت کیا تم اپنی طرف دیکھو

اصلاح کا آسان طریق

زندگی میں بہتر تغیر پیدا کرنے کے سلسلے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا معاملہ عجیب ہے۔ آج طلب ظاہر کر دو، ارادہ کرو اصلاح کا، بنا لو فہرست کن کن کوتاہیوں میں مبتلا ہو۔ معاشرت، معاشرت اخلاق سب میں کوتاہیوں کا جائزہ لے لو۔ اب دیکھو کن کن چیزوں کو چھوڑ سکتے ہو اور کن چیزوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ مثلاً وضع قطع کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اب دیکھو معاملہ کس سے کرنا ہے، کس کے لئے سنوار رہے ہو خود کو، بس انہیں کے سامنے تنہائی میں کہہ لو کہ اے اللہ! وضع قطع میں تغیر محال نظر آتا ہے اگرچہ میں یہ وضع پسند نہیں کرتا مگر خراب ماحول میں پرورش پائی۔ ایک ٹکڑیہ کرچکا، بگڑ گیا، آپ اس بگڑی ہوئی استعداد کو بدل دیں۔ آپ کے لئے یہ آسان ہے میرے لئے یہ محال نظر آتا ہے۔ تنہائی میں تہجد کے وقت اللہ میاں سے باتیں کر لیں اور کسی مخصوص وقت اور تنہائی کی بھی ضرورت نہیں، کوئی وقت ہو۔ تخلیہ تو اسی وقت ہو جاتا ہے جب تم نے ان سے باتیں شروع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ خود پسند فرماتے ہیں کہ یہ بدحواس پراگندہ بندے کچھ دیر تو ہماری طرف متوجہ ہو جائیں۔ دن میں رات میں جس وقت چاہیں بات کریں ہمارے سامنے اقرار تو کر لیں اپنے عجز کا۔ کس چیز کو ناممکن سمجھتے ہو۔ وضع قطع میں تغیر تمہارے لئے ناممکن ہی مگر یہ تو ممکن ہے دو باتیں دو منٹ

کے لئے ہم سے کر لیا کرو، کسی وقت ہم سے یہ کہہ لیا کرو کہ اے اللہ! میں عاجز ہوں، ناتواں ہوں، مغلوب ہوں، نالائق ہوں کچھ کرتے ہیں نہیں پتہ، آپ ہی اپنا فضل فرما دیں، یہ تو کہہ لیا کرو، کیا اتنا بھی نہ کر سکو گے؟ اتنا تو اختیار مانتے ہو کہ زبان سے کہہ دو، اس اختیار کو تو کام میں لے آؤ۔ دیکھو پھر تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔

اس دربار میں معروض پیش کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہو سکتا۔ ذرا طلب ظاہر کر کے مانگنے پر اتر تو آؤ۔ پیش تو کرنا کچھ کیا کہنا ہے۔ کام تو یوں ہی بنے گا، عاجز و درماندہ ہو کر سامنے آ جاؤ، اے اللہ! کوئی میری مدد نہیں کر سکتا مولے آپ کے۔ آپ کی قدرت و جلال کے سامنے میں کیا سارا عالم عاجز ہے۔ اے اللہ! بیوی اور اولاد میری، دوست احباب میرے۔ دل میرا نفس میرا، اور اپنا ہوتے ہوئے پھر بیگانے۔ کوئی بھٹی بکھنے میں نہیں کوئی اپنا ہمنوا نہیں۔ اس عالم کا نجات میں میں تنہا ہوں، حیران و پریشان عاجز و درماندہ، میں تو قادر نہیں پاتا خود کو اصلاح پر، کسی چیز پر قابو نہیں آپ ہی اس ضعیف کی دستگیری فرمائیں۔ بس طلب ظاہر کر دو، راستہ تو عرض معروض ہی سے کھلے گا، زاری کرو، کہتے رہو۔ دیکھو پھر زندگی میں انقلاب آتا ہے یا نہیں۔ مگر ہم میں طلب ہی نہیں۔ طلب نہ ہونے پر فرماتے ہیں، انا نلزمکمو حاد و انتہد لہا کر خون (کیا ہم ہدایت کو تم پر چپکا دیں اور تم اس کو ناپسند کرتے رہو۔ ارے کچھ خود بھی تو طلب ظاہر کرو۔ بغیر طلب کے کہیں کچھ ملا ہے کسی کو؟ جب مانگو گے نہیں تو کوئی دے

فرائض و واجبات کی اہمیت

فرائض و واجبات کی ادائیگی کے سلسلے میں فرمایا کہ عرفی ولایت تو کشف و کرامت ہوگی مگر حقیقی ولایت یہ ہے کہ احکاماتِ الہیہ پر عمل ہو جائے اور احکامات کے دو پہلو ہیں، یہ کرو اور یہ نہ کرو اور دونوں میں معرفت اور معیتِ الہیہ ہے اور اس کے لئے ہمارا تمام وجود مکلف ہے۔ زبان سے کسی کو نیک مشورہ دید یا مقرب حاصل ہو گیا، غیبت سے زبان کو روک لیا، قرب حاصل ہو گیا۔ کلامِ پاک کی تلاوت کی بصارت سے قرب حاصل ہوا اس کو نامحرم کے دیکھنے سے روک لیا، قرب حاصل ہو گیا۔ دن رات اسی کی دھن اسی کا تذکرہ، اس حال پر استحکام اور استقامت وہ دولت ہے کہ کشف و کرامت کوئی حقیقت نہیں رکھتے اس کے سامنے مگر یہ ایک دو دن کا کام نہیں۔ ۵۔

عمرے باید کہ یار آید بکنار
ایں دولتِ سرمد مجھ کس راند ہند
حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو ایک مرتبہ خط تحریر فرمایا کہ عرصہ سے آنحضرتؐ کا حال معلوم نہیں ہوا۔ حضرت گنگوہیؒ نے جواب دیا، شرم آتی ہے کیا لکھوں کچھ حاصل نہ کر پایا لیکن حضرت کی جہتوں کے طفیل امورِ شرعیہ امورِ طبعیہ بن گئے، کوئی اشکال نہیں رہا اور مدح و ذم کا

دل پر کوئی اثر نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس جب یہ خط پہنچا سر پر رکھ لیا، کھڑے ہو گئے وجد طاری ہو گیا — اللہ اللہ! یعنی زندگی دھل گئی تھی، فرائض و واجبات میں اور اسی دھن میں لگے ہوئے ہیں لہذا کسی کے برا بھلا کہنے کا کوئی اثر دل پر نہیں۔

رمضان شریف کا اہتمام اور اہمیت

ڈاکٹر صاحب کا معمول ہے کہ جمعہ کی خصوصی مجلس میں حضرت والاؒ ہی کی کوئی تصنیف حاضرین مجلس کو خود پڑھ کر سناٹے ہیں اور اس کے بعض بعض جملوں کی تشریح فرماتے اور سمجھاتے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ حضرت والاؒ کی تصنیف ”تعلیم الدین“ معمول میں تھی جو رمضان شریف سے دو چار روز پہلے ختم ہو گئی تھی چونکہ رمضان شریف میں جمعہ کی خصوصی مجلس موقوف رہتی ہے اس لئے حضرت والاؒ کی کوئی دوسری کتاب رمضان شریف کے بعد ہی شروع کرنے کا خیال تھا۔ آج (۲ فروری ۱۴۳۷ھ) رمضان شریف کے اہتمام پر گفتگو فرمائی۔

الحمد للہ تعلیم الدین ہم ختم کر چکے تصدیق اور عقائد کی تصحیح کے بعد عمل میں کوتاہی کے لئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ معاف فرمادیں گے۔ گویا کہ حدود رمضان میں دین پر تفصیلی نظر ڈال کر ایمانی صحت کو لئے ہوئے ہم داخل ہو رہے ہیں۔

آنے والے تیس دن بڑے اہم ہیں۔ اللہ میاں کی طرف سے بڑے بڑے اعلانات ہیں رحمت و مغفرت کے۔ یہ خصوصیت کر دینا کہ یہ مہینہ ہمارا ہے اور ہمارے لئے ہے۔ بڑی اہمیت رکھتا ہے اس ماہ مبارک میں جنتیں سنواری جاتی ہیں اور خوشبو سے لسانی جاتی ہیں۔ ہم کو بھی ضرور کچھ اہتمام اور فکر کرنا چاہئے۔

آپ بہت سی چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں جانے کا بھی پہلے سے کچھ اہتمام کر لیجئے۔ آپ مہمان خاص کی صورت میں بلائے جارہے ہیں، ہمیں چاہئے کہ بارگاہ الہی میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لباس پر ایک نظر ڈالیں، اپنی زندگی کا جائزہ لے لیں۔ کون سے داغ ہیں، کونسی خامیاں ہیں، کون سے تقاضے ابھرتے ہیں۔ کن حسنات سے رہ جاتے ہیں اور کن کن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے۔

بارگاہ الہی میں ندامت کے ساتھ خطاؤں کی فہرست لیکر جائے کہ معاف فرما دیجئے۔ (نوافل) عبادات اور طاعات بھی لے کر جائیے کہ یہ رکھی ہیں آپ کے سامنے یقیناً ناقص ہیں مگر آپ قادر ہیں کامل کر دیجئے اور میرے والدین اور اہل حقوق کو بخش دیجئے۔ — قیامت کے روز سیات تو رکھ دیے جائیں گے ایک طرف، پرکھ تو حسنات کی ہوگی سو اس خلش کو بھی نکال دیجئے، ع۔

بس ایک امید کرم لے کے چلا ہوں

ساری عبادتیں ایک طرف اور اللہ کی رحمت کی امید ایک طرف۔ یہ ندامت

قلبی اور بیکسی بڑی دولتیں ہیں۔ ان کے حصول کے لیے تمام باطنی دولتیں
مل جاتی ہیں۔ بس بے سرمایہ اور نادوم ہو کر بارگاہ میں آجیے انشاء اللہ
ضرورت پڑے گا۔

چارہ سازی کر رہا ہے ان کا لطف و نواز

حاصل صد ناز ہے یہ بیکسی میرے لئے

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تبدیلیوں میں بڑے سبق رکھے ہیں۔ بڑے
بڑے مناظر سامنے آتے ہیں، کبھی خزاں ہے، کبھی بہار ہے اسی قسم کے
تغییرات ہمارے قلب پر بھی آتے رہتے ہیں۔ ہماری ناقبت اندیشی،
بے التفاتی اور غنڈت سے گیارہ مہینے اس دل پر خزاں کے اور تاریکیوں
کے گذر گئے۔ یہ مہینہ اس کی بہار کا ہے، انوار و تجلیات کا ہے۔ اس
مہینے میں اللہ کی عطا یا اور تجلیات اس قدر ہیں کہ اگر وہ پردہ اٹھا دیں
تو ہمارے دماغ خراب ہو جائیں۔

یہ انھیں عطاؤں کا اثر ہے کہ حصول انوار کے لیے توفیق وافر
دیری جاتی ہے، کلام اللہ کس کثرت سے پڑھا جاتا ہے! یہاں سے
روح محفوظ تک نور ہی نور ہوتا ہے۔ ہر گوشے پر انوار و تجلیات ہوتے ہیں۔
خیر کی طرف کیسے لوگ جھک جاتے ہیں، صدقات و خیرات کی کتنی توفیق
ہو جاتی ہے۔ کمزور و ضعیف بوڑھے لوگ سبھی روزے کا اہتمام کرتے
ہیں۔ رحمتوں اور مغفرتوں کا نزول ہوتا ہے۔ ارے بھائی دُوب جاؤ
ان انوار میں اللہ کا احسان ہے، موقعہ دیا ہے۔ کیسی محرومی ہے اس

مسلمان کی جو آمادہ ہو کر نہ آئے۔ مجھی تو اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں
اس شخص پر جو رمضان میں کبھی اپنی مغفرت طلب نہ کرے۔

اس مہینے میں اہتمام کی وجہ سے حقیقت عبادت پیدا ہو جاتی
ہے۔ حقیقت ترپنے لگتی ہے صورت کے اندر بڑی نعمت ہے اس سے
فائدہ اٹھانا چاہئے۔ بیشک ہم عاجز اور ضعیف ہیں مگر کوئی عاجز
نواز کبھی تو ہے۔ اپنا عجز اور اپنی بیکسی پیش کر دیجئے۔

بر من منکر بر کرم خویش نگر

جتنا زیادہ اپنے عجز کا اظہار ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ کسی کی قدرت سامنے
آتی ہے عاجز ہو کر طاقت اور نور طلب کیجئے: رَبَّنَا آتِنَا لَذَٰلِکَ نُورًا وَانْفِرْنَا
إِلَیْکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَوِّیْرَہ (اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے ہمارا نور
مکمل فر دیجئے اور ہماری بخشش کر دیجئے بیشک آپ کو ہر چیز پر قدرت ہے)
ورنہ کیا بس کی بات ہے اس ظلمت کردہ میں ہم کوئی نورانی کام کر سکیں؟ ان
انوار و تجلیات کو جذب کر لیجئے اپنے اندر اور سنبھالے رکھئے اس
تاریک دور میں بڑی ضرورت ہے نور کی

تاریک رات اپنی سیاہی میں جس طرح

ہے التجائے نور کو پنہاں کئے ہوئے

یوں ہی ترے خیال میں بیٹھا ہوا ہوں میں

آنکھوں کو بند دل کو فروزاں کئے ہوئے

تاریکی چاہتی ہے کہ اسے کوئی منور کرے، ہماری تاریک زندگی میں بھی ایک

نشنگی اور طلب ہے منور ہونے کی اور نور کا مصروف یہ ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر منور اور مبینہ ہو جائے منفعت اور مضرت نظر آنے لگے۔

اس ماہ مبارک میں بشریت کا ہر داعیہ اعتدال پر آجاتا ہے، احساسات لطیف اور ادراکات صحیح ہو جاتے ہیں اور یہ سب اپنی ہی زندگی کا سرمایہ ہوں گے۔ تقاضائے بشری کے اعتدال کی کیا آپ کو ضرورت نہیں؟ کیا تارکیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے آپ کو نور کی حاجت نہیں؟

اس مہینے میں لغو تعلقات کو اور لغو مشاغل کو ترک کر دینا چاہئے۔ اور لغو وہ ہے جس سے دین دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ ایسے ماحول اور ایسی صحبتوں سے گریز کیجئے۔ لیکن ایک شرط ہے کہ یہ کام اپنے کو متقی سمجھ کر نہ کرنا بلکہ اپنے کو کمزور اور مجروح سمجھ کر بچائے رکھنا۔ اگر تقویٰ کا زور بے کر جاوے گا تو ایسا نہ ہو کہ نفس کے کید میں گرفتار ہو کر فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جاوے اور فراغت قلبی ہی کو کھو بیٹھو۔

بس اس مہینے میں تو اپنے ہی اوپر نظر جم جائے کہ کہاں کہاں رحمت کی ضرورت ہے، کہاں مغفرت کی طلب ہے اور کہاں دوزخ سے پناہ درکار ہے۔ ورنہ ہزاروں بے عنوانیاں ہیں کس کس کو دیکھو گے۔ اس بے حیائی اور عریانی کو اپنے ہی جذبات کی عریانی سمجھو سوا انہی جذبات کی اصلاح کر لو۔ نفس کے کید بڑی مشکل سے معلوم ہوتے ہیں، اس کا پتہ اثر والوں کی صحبت میں بیٹھ کر چلتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کام تو ہو نہیں اور فتویٰ لگانا شروع کر دو۔ رمضان میں تو عبادت ہی کرنا چاہئے اپنے ہی

اوپر نظر رہے ورنہ دنیا تو بھری ہوئی ہے گندگیوں سے، کہاں کہاں نظر
ڈالو گے ہزاروں گندگیاں ہیں۔ سو جہاں تک ہو سکے اعتراض سے بچئے اس
سے بہتر تو یہ ہے کہ سو جائے کہ یہ بھی عبادت ہے اور یہ ایسی محویت اور
بے خودی کی عبادت ہے کہ اس میں اپنا ہوش رہے نہ غیر کا بس رمضان
شریف اس طرح بسر کیجئے۔ دراصل کام تو اسی وقت ہوتا ہے کہ اہتمام
سے پہلے صحیح علم حاصل ہو جائے۔

ایک بات ذہن میں ہے اگرچہ ہے تو لطیفہ کے طور پر مگر ہمارے حضرت
فرماتے تھے کہ کلام اللہ اور کلام رسول اللہ سے لطیفہ کے طور پر حدود شریعت
میں اگر کوئی بات سمجھ میں آجائے اور اسے کام میں لے آئے تو اس میں کوئی
مضائقہ نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ رمضان شریف کا پہلا عشرہ رحمت کا
دوسرا مغفرت کا اور تیسرا جہنم سے نجات کا ہے اور ربنا اتنا فی الدنیا حسنة
وفی الاخرہ حسنة وقنا عذاب النار (اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا
میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور عذاب دوزخ سے ہم کو بچا) میں بھی
تینوں چیزوں کی طلب ہے۔

رحمت کی ضرورت ہمیں فی الحال ہے پہلے عشرہ میں یہ سوچ
کہ ہم کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ کہاں کہاں سہارا چاہتا ہوں۔
ان امور میں سوچیں اور اللہ میاں سے امید طلب کریں کہ اے اللہ! دین
پر عمل کرنے کے لئے آپ کی رحمت کا محتاج ہوں، فرانس و واجبات میں
آپ کی دستگیری کی ضرورت ہے۔ بس مختصر کر لیجئے اس مراقبہ کو کہ یا اللہ!

آپ کے اور آپ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں آپ کی رحمت کا محتاج ہوں۔

مغفرت کی ضرورت آخرت کے لئے ہے کہ یا اللہ جتنی معصیتیں ہوئی ہیں اور ہو سکتی ہیں یا اللہ ان سب کو معاف کر دیجئے۔ دوسرے عشرہ میں بس دو چار منٹ کے لئے روزانہ یہ مراقبہ کر لیا۔

آخر کے عشرہ میں دوزخ سے پناہ مانگئے۔ نفس و شیطان ساتھ ہیں، جانے کہاں مبتلا ہو جاؤں۔ نفس خبر نہیں کس مرہ حد کفر پر لیا کر دھکیل دے۔ ہر لمحے تغیر کا خوف ہے۔ کبر سے، خودی سے، نخوت و غرور سے جو جہنم میں لے جانے والی چیزیں ہیں۔ ان سے پناہ مانگئے۔ اے اللہ کچھ عقائد و اعمال ایسے ہیں جو جہنم میں لے جانے والے ہیں ان سب سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بس رحمتیں طلب کر لیجئے، مغفرت طلب کر لیجئے اور ظلمتوں سے جو جہنم میں لے جانے والی ہیں پناہ مانگئے۔ پندار، عجب، اطمینان بال دنیا ان سب سے پناہ مانگئے۔

ایک بات اور سمجھ میں آئی کہ ہم نے صحیح علم حاصل کرنے کے بعد اہتمام کے ساتھ ارادہ کر لیا رمضان شریف بہترین طریقے سے گزار کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کا لیکن خدا نخواستہ اگر ہم اپنی اس تجویز کے مطابق اس کی رضا حاصل نہ کر سکے تو شکایت نہ کی جائے۔ نیت اور ارادہ کا اجر تو بہر حال ملے گا۔ ہم نے تو چاہا تھا کہ اللہ میاں کو اس طرح راضی کر لیں، انھوں نے عنوان بدل دیا کہ ہم دوسری طرح راضی ہوں گے،

جب آپ نے دیکھا کہ خلافت ہو رہا ہے، بھول گئے کہ اللہ میاں نے اپنی رضا کا عنوان بدل دیا، شکایت کرنے لگے کہ ایک تراویح چھوٹ گئی، بڑا بے نصیب ہوں ایک روزے سے محروم ہو گیا۔ خبردار ایسی بات نہ کہنا۔ اگر وہ اپنی رضا کا عنوان بدل دیں تو پڑے رہو بیماری میں اپنے گھر پر، اللہ میاں یوں ہی راضی ہیں۔ اس میں بھی کوئی راز ہے اور راز جو ہے وہ رحمت کا ہے۔ کار خیر سے بظاہر اگر محرومی ہو جائے تو شکایت نہ کرے۔ خوشی غم، صحت بیماری یہ تو زندگی کے مرکبات ہیں بس بڑی چیز تو غفلت ہے جو عسدا کی جائے۔

عازمین حج کو ہدایات

یہ جمعرات ۱۹ اپریل ۱۴۳۲ھ کا ملفوظ ہے۔ اس سال خود ڈاکٹر صاحب بھی حج کو تشریف لے جا رہے تھے اور مجلس میں آنے والے بہت سے حضرات عازمین حج جن میں بعض کا قرعہ میں نام آگیا تھا، بعض کا نہیں آیا تھا سب جمع تھے حج، اس کی تمنا اور ارادے کے سلسلے میں محرمی ڈاکٹر صاحب نے یوں ارشاد فرمایا:-

نیک ارادہ کر کے کبھی اسے ملتوی نہ کرنا چاہئے خواہ آثار کیسے ہی مانع اور دشوار تر ہوں۔ حج میں لاکھ مبالغات بھی مگر جب ارادہ کر لیا تو جے رہے کہ بھائی ہم تو جاؤں گے۔ یہ کام اگرچہ ہمارے لئے وقت طلب ہے

مگر جس کے گھر جاتے ہیں وہ تو قادر ہیں۔ ہم محالات کو دیکھ کر کیوں اپنا ارادہ ملتوی کریں۔ جہاں تک اپنے اختیار میں ہے وہ تو کئے جائیں، ارادہ اور نیت تو کئے رہیں پھر انشاء اللہ ایک ایک لمحہ ثواب میں گزرے گا۔ لاکھ راستے بند نہ آئیں مگر آپ اپنا کام کرتے رہئے، لگے رہئے دُھن میں سے

ملنے یا نہ ملنے کا وہ مختار آپ ہے

اپنی سی پابندی کہ تگ و دو لگی رہے

بڑی دولت ہے یہ تگ و دو۔ دین کی خالصتاً اتنی طلب سیکڑوں نعمتوں سے افضل ہے۔ ہماری حقیقت کچھ بھی نہیں مگر ہمارے پاس یہ تگ و دو ایک عظیم شے ہے۔ بس یہ سمجھئے کہ حاصل زندگی یہ ہے یہ تگ و دو۔

ہمارے حضرت کا مسلک کچھ ایسا ہے کہ مسلمان کے لئے کوئی مقام مایوسی کا نہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں جو جا رہے ہیں حج کو وہ بھی خوش نصیب، جو نہیں جاسکے وہ بھی خوش نصیب ارے کوئین لئے بیٹھا ہے مسلمان صبر اور شکر میں۔ کام ہوتا ہے۔ شکر نہیں ہوتا ہے تو صبر، مومن کی زندگی کے تانے بانے میں صبر اور شکر روح رواں کی طرح ہیں۔ ساری بندگی اسی میں ہے۔

مسلمان کبھی بے مراد نہیں، وہ ہر حال میں بامراد ہے۔ اور بیت اللہ جا کر بھی اللہ کی مراد اور رضا ہی طلب کرنے کی چیز ہے، اور وہاں پر جو چیزنی جانے کی ہے وہ اخلاص و محبت ہے۔ وہاں جذبہ محبت ہی لے کر جائیے، یہی

مانگے اور یہی لے کر آئیے۔ طلب بے کر جائیے اور تشنگی نیکر آئیے۔

آرزوئے دیدِ جانان بزم میں لائی مجھ

بزم سے ہیں آرزوئے دیدِ جانان لے ہلا

حضور فرماتے ہیں کہ ہم سے محبت ہے تو ہماری چیزوں سے بھی

محبت کرو۔ بیت اللہ یا مدینہ طیبہ کا موسم اگر ناسازگار ہو تو تذکرہ نہ

کرے۔ گرمی اور مچھر وغیرہ سے اگر تکلیف پہنچے تو شکایت نہ کرے۔

وہاں محبت اور عظمت کے سوا کوئی چیز نہ لے جائے۔ دیارِ محبوب کی اذیتیں

کس کی قسمت! محبت میں یہ شکایت کیسی! بس یہی تعلق محبت کا دل

بھر کے مانگے اور اسی تعلق کے بقا کی اور اس کو صحیح مصروف پر صرف

کرنے کی دعا کیجئے، عمر بھر کا سرمایہ ہے۔

ایسے بڑے دربار میں یہ بڑی شرافت ہے کہ اپنے دوست احباب،

عزیز واقارب کے لئے دعا کرے اور جن کے احسانات ہیں ان کو نہ بھولے

والدین جو محسن ہیں اپنے وجود کے ان کی طرف سے خیرات کرے اور

دعا مانگے۔ اور بھائی جیسا ذوق ہو، جیسا تقاضا ہو اس پر عمل کرو وہی مانگو۔

ع نالہ پابند نے نہیں ہے

اللہ تعالیٰ بقدرِ ظرف اپنی نوازشوں سے سب کو مشرف فرماتے ہیں اور

پھر بے سواالی کی کیفیت طاری ہو جائے تو یہ بھی نعمت ہے۔

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو

ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں!

موجودہ ماحول اور ہمارے فرائض اور دستور العمل

(۱)

ارشاد فرمایا کہ آج کل یہ عنوان میرے ذہن پر چھایا ہوا ہے کہ
 کیسی گندی فضاؤں میں ہم سانس لے رہے ہیں۔ بے حیائی بڑھتی چلی
 جا رہی ہے۔ دیکھئے تو سوچنے کی بات ہے کہ ان تمام مکروہات کو دیکھ
 کر ہماری غیرت اور حمیت کو جوش آتا ہے یا نہیں۔ اس کی طرف سے کسی
 بیفکری ہے! نتیجہ کیا ہونے کو ہے، اس بالکل خیال نہیں۔ اگر آخرت
 کا خیال مستحضر ہو جائے تو کیا کوئی اطمینان سے بیٹھ سکتا ہے؟ پہلی آواز
 جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائی وہ یہی ہے کہ بیفکر کو دور کر دو، آخرت
 کا معاملہ برا سنگین ہے اور یہ معاملہ یقیناً ہونے والا ہے۔ مگر ہمارا
 تعلق دین سے ضعیف ہوتا چلا جا رہا ہے، دین کے چرچے نہیں، صحبتیں نہیں
 آخرت کے امور جو ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہیں ان سے بالکل غفلت
 ہے۔ آج جو مکروہات اس سر زمین میں ہو رہے ہیں ان سے ہماری بے حسی
 کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم پر مجبوری کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے
 جیسے ہم ایک زبردست بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔ بے حیائیوں کی طرف
 صلائے عام ہے مگر ہم ساکت ہیں۔ تمام ماحول گھرا ہوا ہے۔ عذاب سے
 اور ہم بے حس و حرکت ہیں۔ یہ بے حسی ہماری اور آپ کی خدا نخواستہ
 کہیں رنگ نہ لے آئے۔ میری کمزور استعداد کے مطابق مجھے یہی معلوم

ہوتا ہے کہ یہ تو سب اچھے رہیں گے ہم پر الزام آئے گا۔ اپنی زندگی سے چند لمحات فکر یہ نکال لو اور غور کرو کہ اب ہم کو کیا کرنا ہے۔۔۔

جسمِ آزادی میں پھونکی تو نے مجبوری کی روح

خیر جو چاہا کیا — اب یہ بتا ہم کیا کریں

ہمارا کیا اختیار ہے ہم کو کرنا کیا چاہئے۔ کم از کم اپنی کمزوری خدا کے سامنے پیش تو کر دیں کہ اے اللہ! ہماری جمعیت نہیں، ہم کمزور ہیں، ہماری غیب سے نصرت فرما۔ پناہ مانگنے کا وقت آگیا، خدا سے پناہ مانگو، پہلے کوئی ٹھکانہ تو مانگ لو، قبل اس کے کہ عذاب الہی ہم پر مسلط کر دیا جائے دعائیں تو مانگنا شروع کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں اس بغاوتوں کے ماحول سے اپنی پناہ عطا فرما۔ اے اللہ! یہ ہماری بد اعمالیوں کا وبال ہے۔ اے اللہ! ہمیں پناہ دے۔

کبھی کبھی ہماری تنگ نظری کی وجہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ عالم میں کیا ہلاکت کا سامان ہو رہا ہے اور میں کیا دعا مانگ رہا ہوں! لیکن بتانے والے نے بتایا ہے کہ خبردار کبھی مایوس نہ ہونا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے اعلانات موجود ہیں، مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ کلام الہی بھرا ہوا ہے کہ ہم غفور الرحیم ہیں، آجاؤ تو بہ استغفار کرو۔ ہماری طرف رجوع ہو جاؤ۔ ہماری رحمت و قدرت متوجہ ہے بندوں کی طرف، پناہ مانگو پناہ ملے گی، حضرت دو چیزوں کے مل جانے سے چیزوں کی تاثیریں اور خاصیتیں بدل جاتی ہیں۔ رجوع الی اللہ سے توبہ استغفار سے اور پناہ مانگنے سے یہ گندہ ماحول پناہ مانگنے والوں کی ذات کے لئے نفع رساں ہو جائے گا۔ پھر انشاء اللہ

ہر رجوع ہونے والے شخص کو اس زمانے میں بھی حیات طیبہ نصیب ہوگی۔
 امورِ آخرت کے مناظر بڑے کھٹن اور سنگین ہیں۔ آپ وہاں اتنے
 مجبور ہوں گے کہ کوئی تغیر پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ ہولناک مناظر جو قرآن و
 حدیث میں آئے ہیں سب ہونے والے ہیں ان مناظر کو آج بدلنے کی قدرت
 دی گئی ہے، آج موقع ہے وہاں موقع نہ ملے گا۔ اگر چاہتے ہو آخرت کے
 امد سے پناہ حاصل ہو جائے تو آج مانگ لو۔ جب پناہ مانگنے سے آخرت کے
 عذاب سے پناہ مل سکتی ہے تو یہاں دنیا میں پناہ کیوں نہیں ملے گی۔ سو توبہ
 استغفار کو اللہ کی طرف رجوع ہونے کو، پناہ مانگنے کو اور درود شریف
 کو اپنا مشغلہ بنا لو اور اس کے بعد حسب استطاعت صاحبِ قوت اپنی
 قوت سے، صاحبِ زبان اپنی تقریر سے اور صاحبِ قلم اپنی
 تحریر سے اس بے حیا ماحول کے مقابلہ میں اپنے اپنے دائرے میں حدود
 کے اندر رہ کر مسلمانوں کو غیرت اور حمیت دلائے۔ پھر انشاء اللہ اس
 گندے ماحول میں بھی آپ کو حیاتِ طیبہ ملے گی۔

(۲)

بڑے گندے ماحول میں ہم پرورش پا رہے ہیں، تمام معاشرہ
 بگڑا ہوا ہے۔ بے حیائی، بے شرمی، ناپاکی پھیلی ہوئی ہے۔ جا بجا فسق و
 فجور، کھمڑی، گانے اور فواحشات سے واسطہ پڑتا ہے۔ پہلے جن چیزوں
 کو معیوب سمجھتے تھے آج شیر و شکر کی طرح مستعمل ہیں۔ جو عورتیں گھر میں
 بیٹھی بیٹھی شرماتی تھیں آج وہ بازاروں میں نیم برہنہ پھر رہی ہیں، غذا میں

ہوائیں، فضاؤں سب بگڑی ہوئی ہیں۔ سب کے اندر عذابِ الہی موجود ہے۔ پہلے ہواؤں سے اور طوفانوں سے عذاب آتے تھے آج اس طرح بھی عذاب آرہے ہیں۔ یہ سب ہمارے ذنوب ہی تو ہیں جو چھاسے ہوئے ہیں، یہ سب ہماری شامتِ اعمال ہے جو مختلف صورتوں میں عذاب بن کر سامنے آرہی ہے۔

ط از ماست کہ بر ماست

سب آزاد ہیں جیسے چاہیں عمل کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہم ان بلاؤں سے کیسے بچیں، اس ہمہ گیر عذاب کا کیا علاج کریں؟ علاج تو ایک ہی ہے کہ ذاتِ باری کی طرف رجوع کریں، استغفار کریں، پناہ چاہیں اور مدد طلب کریں۔ خدا کی طرف رجوع ہونا اور ایسا نصب و ایسا نستعین کہنا تو بندہ کی فطرت ہے۔ مگر بندے کہاں سے کہاں پہنچ گئے جس طاقت سے مرعوب ہوئے یا جس چیز سے فائدہ حاصل کیا اسی کے سامنے ایسا نصب و ایسا نستعین کہہ دیا۔ آج کل کراچی میں چیچک پھیل رہی ہے اکثر محتاط لوگ انجکشن لگوا رہے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے چیچک کا ٹیکہ لگوا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے استغفار میں بھی ایسی ہی قدرت رکھی ہے کہ جب ہم ان کی طرف رجوع کریں گے اور استغفار کریں گے تو ہمارے لئے ان فضاؤں کی تاثیر بدل جائے گی۔ یہ غذاؤں اور ہوائیں استغفار کی بدولت مصفا ہو کر اور آبِ حیات بن کر ہمارے جسم میں داخل ہوں گی۔ مگر ہم لوگوں

کو مصروف ہی معلوم نہیں استغفار کا۔ جیسے انجکشن رکھا ہوا ہے،
 و با پھیلی ہوئی ہے مگر اس کا استعمال معلوم نہیں۔ صحبتِ اہل اللہ میں
 کوئی نئی بات نہیں ہوتی، سب اللہ اور رسول کی باتیں ہیں۔ ان کی
 صحبت میں چیزوں کے استعمال معلوم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ
 طریقِ استعمال جانتے ہیں۔ بس ایسی گندی فضا میں رجوع کرنا اللہ
 کی طرف، پناہ چاہنا اور استغفار کرنا گویا انجکشن لے لینا ہے۔
 غم، تکلیف اور ظلمت میں استغفار کی تاثیر عجیب ہے اور اعمالِ
 صالحہ میں استغفار روح رواں ہے۔

(۳)

ارشاد فرمایا پہلے بھی بے غیرت اور بے حیا لوگ تھے مگر
 محدود تعداد میں لیکن یہاں پر تو فضا، کی فضا، ہی گندی ہو گئی۔
 زندگی کی حلاوتیں اور برکتیں ختم ہو گئیں، اعتمادِ باہمی نہیں، سکونِ
 قلب نہیں۔ ہسپتالوں میں، عدالتوں میں، اسکول اور کالجوں میں زندگی
 کے ہر شعبہ میں ابتری ہی ابتری ہے۔ سب کے سب بدترین اخلاق
 لئے ہوئے ہیں الا ماشاء اللہ۔ نہ کسی کا بڑا پن ہے نہ کسی کا چھوٹا پن،
 دوست احباب کا معاملہ دیکھ لیجئے، عزیز واقارب کو دیکھ لیجئے۔
 بے اعتمادی اور بے اعتباری ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ کیسے ذرا سی
 دیر میں بدل گئے۔ زندگی کہاں جا رہی ہے، کیسے ختم ہو رہی ہے !
 دیکھتی ہے آنکھ جو لب پہ آسکتا نہیں

ہمارا کوئی سہارا معلوم نہیں ہوتا۔ ایک ذریعہ معاش ذرا علیحدہ ہو جائے تو جان پر بن آتی ہے۔ کیسی بے سرد سامانی کی زندگی ہے! آپ کیا مجبور ہیں واقعات خود آپ کو مجبور کر رہے ہیں، عجب پریشانی اور بدحواسی کا عالم ہے۔ ان گھبرائے ہوئے دلوں سے دعا بھی تو نہیں نکلتی:-

آشفته خاطری وہ بلا ہے کہ شیفۃ
طاعت میں کچھ مزہ ہے نہ لذت گناہ میں

طاعت کا شکوہ کرنے لگتے ہیں کہ لذت نہیں مگر مسلمان کے لئے تو گناہ میں بھی لذت نہیں۔ میٹر و پول میں ننگے ناچ کرنے والوں کو تو چھوڑیے، ان کے تو ہوش و حواس ہی درست نہیں۔ مگر بتلایئے تو یہی آپ کو نسا کام لذت سے کر رہے ہیں؟ اور خیر آپ کی تو گزر رہی ہے جس طرح گزر رہی ہے۔ مگر آپ کی یہ فو خیر اور نوع نسلیں جو اسکول اور کالجوں میں، کنڈرگارٹن میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہیں، اس کا کیا ہونے والا ہے۔ روز بروز انحطاط ہوتا چلا جا رہا ہے۔ لا الہ الا اللہ۔ جو لمحہ گزر گیا

وہ تو پھر آنے والا نہیں، تو کیا یہ گریہ اور ریش بہا زندگی اسی طرح گزرنے دی جائے گی؟ بہت سی باتیں بغیر سوچے سمجھے میں نہیں آتیں۔ اپنے لمحاتِ زندگی کو رائیگاں کیوں کھو رہے ہو؟ کبھی تو جائزہ لیجئے زندگی کا۔ ارے سات دن میں ایک دن تو نکال لیجئے، سوچ تو

لیجئے کچھ تو احساس پیدا ہو جائے۔

احساس زندگی ہے نہ کچھ لطیف زندگی

ہم کیا جئے کہ مائل خواب گراں رہے

آپ تو زندگی ایسے گزار رہے ہیں جیسے خواب میں ہوں کبھی اچھے خواب

دیکھ لئے کبھی ڈراؤ نے دیکھ لئے۔ اس تاریک اور مکرر فضا کا کچھ

تو تارک کیجئے۔ ہلاک ہونے سے پہلے کچھ تو ہوش میں آجائیے۔

لا الہ الا اللہ کے اثرات ختم نہیں ہو گئے۔ یہ کلمہ تو قیامت تک کے

لئے ہے۔ اللہ نے یہ دولت ہمیں دی ہے معلوم تو کر لیں کہ آخر یہ

ہے کیا چیز؟ اس کلمہ نے کیسے کیسے مردہ دلوں میں جان ڈال دی۔

کیسے کیسے درندوں کو معیاری اور مثالی انسان بنا دیا۔ ہم کیسے لہجہ

ناشناس ہیں، ہمیں تمنہ ملا ہوا ہے لا الہ الا اللہ کا کتنے افسوس کی

بات ہے اس سے بے خبری۔ یہ طرہ امتیاز ہے ہمارے لئے، اسکی

حقیقت کچھ تو معلوم کر لو۔ وہ کونسی چیز تھی جو آپ کے اسلاف کے

پاس نہ آتھی اور آپ کے پاس نہیں۔ اس کلمہ میں ساری کائنات

ہے اور کائنات آپ کی، آپ نہ استعمال کریں یہ بات دوسری ہے۔

اسلاف کے پاس یہی چیز تھی، انھوں نے اس کے اثرات کو سمجھا، اسکے

مصرف کو جانا جس کی بدولت کسی زمانہ میں ہر مسلمان مافوق الانسان

نظر آتا تھا۔ دبدبہ، رعب، غلبہ، سلطنت، حکومت، سیاست،

مجتہد، صداقت حیا شرم سب چیزیں اس میں موجود ہیں مگر ایمان کے

اجزا ہی کو ہم نے منتشر کر دیا۔ ہم صورتاً مسلمان رہ گئے۔ وہ روح
وہ طاقت وہ ENERGY (انرجی) نہیں رہی، اسی لئے دنیا
قہر آلود نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ مغلوب ہیں، ذلیل ہیں وہ قومیں جنہوں
نے صدیاں گزار دیں ہماری فلاحی میں آج ہم پر غرّا رہی ہیں اور ظلم و ستم
کر رہی ہیں۔

مگر یاد رکھنے کی بات ہے کہ مسلمان انحطاط کی کسی منزل میں چلا گیا
ہو، کیسی ہی تاریکیوں میں اور گندگیوں میں سانس لے رہا ہو۔ کیسے ہی
حوادثات کا شکار ہو۔ کیسا ہی حقیر ذلیل بے مراد اور بے سوسا مان
ہو مگر جب پلٹے گا پھر با مراد ہو جائے گا۔ جب اللہ کی طرف
رجوع کرے گا پھر نکھر آئے گا۔ جب اپنے مالک کے دروازہ پر
کھڑا ہو جائے گا پھر شیر ہو جائے گا۔ جب کبھی کھڑے ہو گئے
تھے مالک کے دروازے پر کسی کی مجال نہیں تھی ہم سے آنکھ
میلانے کی۔ اس پر اگندہ اور بدحواس دنیا سے کٹ کر مالک کے
دروازے پر آ جانا چاہئے۔ انشا اللہ آج بھی قوت و طمانیت
ملے گی۔ ان آشفۃ مزاجوں کے ماحول کے گندے اثرات سے
بچ جانا چاہئے، آج بھی سکونِ قلب حاصل ہو گا۔

ردشنی کے پاس تاریکی کی مجال نہیں کہ آسکے، قانونِ فطرت
ہے اور ہر چیز کو نتھار نے کے لئے چند چیزیں موجود ہیں۔ کلام اللہ
اور ذکر اللہ جس کے پاس موجود ہے نور ہی نور ہے۔ اس میں

پاک اور منور کرنے کی تاثیر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 (اے اللہ ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما) جب خود ہی تعلیم فرما رہے
 ہیں تو کیا عطا نہیں کریں گے؟ سب چیزیں موجود ہیں پاک ہونے
 کے لئے اگر کوئی نہیں چاہتا تو رہے برباد۔ جب اپنی خطا کا رپوں پر
 انفعال کی بھی توفیق نہیں تو رہے برباد، مغلوب، ناپاک۔ ارے
 دو منٹ کے لئے ندامت کے ساتھ اللہ کے سامنے کچھ کہہ تولو، کیا
 مجال کہ تغیر نہ ہو۔ اسلام کوئی فلسفہ نہیں، آپ عمل کر کے تو دیکھیں
 انشا اللہ کامیا بیاں ہیں شاید ہوں گی۔ ہر وقت (ایکشن)
 ACTION اور (ری ایکشن) REACTION کی (تھیوری)
 THEORY اس کے ساتھ ہے۔ بس ندامت کے ساتھ اس
 دربار میں تمہارے آنے کی دیر ہے۔

(۴)

آج اس عالم میں تاریکیاں اس قدر ہیں کہ الاماں الحفیظ۔
 احساسِ مٹتا چلا جا رہا ہے۔ نیکی کی توفیق روز بروز سلب ہوتی چلی
 جا رہی ہے۔ تمام ماحول ناری، فضا میں ناری، غذائیں ناری، حسنات
 کے ہوتے ہوئے بھی ایک جھونکا لگ کا آسکتا ہے۔ سوال یہ ہوتا
 ہے کہ اس مسموم فضا سے کہیں مفر ہے یا نہیں؟ آج اس دور میں
 حیاتِ طیبہ نصیب ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اکمل حلال اور صدقِ مقال کیا
 خواب کی باتیں ہیں؟ کیا اس دور میں بحیثیت مسلمان کے ہم زندہ رہ سکتے

ہیں؟ یقیناً رہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو قیامت تک کی تمام آنے والی نسلوں کو مخاطب کیا ہے کہ طیب رہو، پاکیزہ غذاؤں کھاؤ۔ صرف غفور رحیم کہہ دینے سے تو کام نہ چلے گا۔ جتنے کے مکلف ہیں اس سے تو ضرور باز پرس ہوگی۔

ان تاریکیوں میں ہمارے ذمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نور کامل طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ خود نور کی طرف ہم کو بلارہے ہیں تو کیا مانگنے پر عطا نہ کریں گے۔ اور جس کے پاس کلمہ توحید ہے، کلام اللہ ہے، شریعت کا اتباع اور استغفار ہے اس کے پاس نور ہی نور ہے۔ جہاں نور ہو گا وہاں ظلمتیں داخل نہیں ہو سکتیں۔ تاریک کمرہ کی فضا ایک دیاسلامی سے روشن ہو جاتی ہے۔ حسنات کے ساتھ نور بھی طلب کرو ورنہ ان ظلمتوں کا مقابلہ کس طرح کر دے پھر یہ تمام تدبیریاں تم تک آتے آتے روشن ہو جائیں گے۔

صبا آتی ہے کس کے کوچہ کیسے تو ہو کر

پریشاں، بدحواس، آشفۃ لیکن مشکبو ہو کر

تمیز پیدا ہوگی، عرفان حاصل ہو گا اور جب تک یہ روشنی موجود ہے قیامت کی تاریکی نہیں آسکتی۔

ظاہر میں غیر قوموں کی ترقیوں کی طرف دیکھتا ہے کہ تمام عیش و عشرت، راحت و فراغت کفار کے لئے ہے۔ مسلمان جہاں دیکھو پریشان، مصائب و آلام میں گرفتار۔ مگر درحقیقت یہ کفار تو انسان ہی

نہیں، ان گندے لوگوں کی طرف دیکھو کیوں ہو۔ دیکھنا یہ ہے کہ اصل مقصد کیا ہے؟ زندگی کیوں عطا کی گئی؟ زندگی عطا کی گئی ہے بندگی کے لئے۔ مقصد زندگی بندگی ہے اللہ رب العزت کی۔ بس جو اس بندگی میں مصروف ہیں وہی انسان ہیں۔ باقی جانور ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر۔ یہ قرآن فیصلہ ہے اس عالم کائنات میں ہم ہی ہیں جو کچھ ہیں ایک جگہ صبر کر رہے ہیں ایک جگہ شکر، اور جس روز ہم نہ ہوں گے قیامت گزر جائے گی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا اس دنیا میں موجود ہوگا قیامت نہ آئے گی۔ اللہ اللہ! کیا کچھ طاقت موجود ہے اس کلمہ میں!! یہ عالم کائنات کھٹا ہوا ہے ذکر اللہ کی بدولت اور اس فضا میں اللہ اللہ کہنے والے ہم ہی تو ہیں۔ تو کفار تو معرضِ گفتگو ہی میں نہیں آتے۔ یہ صورتاً انسان ہیں، ان کے خصائل جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

ایک مرتبہ ہمارے حضرت کسی نے (گلیڈسٹون) GLASTONE کا تذکرہ کیا کہ حضرت بڑا عقلمند ہے سات دفعہ وزیر ہوا۔ حضرت نے فرمایا بالکل جاہل ہے، اتنی بھی عقل نہیں رکھتا کہ انجام کیا ہونے والا ہے۔ جس نے اپنے مالک کو نہ پہچانا، زندگی کے مقصد کو نہ سمجھا، نیک و بد میں تمیز نہ کی، آنے والے عظیم مستقبل کا احساس نہ پیدا کیا وہ کوئی عقل ہے! ہر جانور کو اللہ تعالیٰ ایک فہم عطا کیا کہ اس طرح زندگی بسر کرو، اس طرح رہو، اس طرح اپنا

بچاؤ کرو۔ چالاکی کو یا ایجا دات کو عقل سے کیا تعلق۔

کفار تو پیدا ہی کئے گئے ہیں جہنم کے لئے۔ مثالیں دنیا میں موجود ہیں، بہت سے درخت روکے جاتے ہیں بلکہ لگائے جاتے ہیں۔ کوئلہ بنانے کے لئے۔ کفار کو بھی اسی طرح سمجھ لو کہ مصلحت کو پیدا کئے گئے ہیں اور دوزخ کو بھی اسی طرح سمجھ لو کہ حکمت کو بنایا گیا ہے۔ اس میں وہی لوگ جائیں گے جو اس کے لئے بنائے گئے ہیں یعنی کفار اور یہ نکو بنی امور ہیں اور اللہ حکیم ہیں اور ہر چیز پر قادر ہیں۔ گفتگو تو اپنے لئے کرنی ہے کہ ہم ظلمتوں سے کیسے نکلیں۔ یہ دنیا تمام تر ظلمت کدہ ہے، مگر آپ نور طلب کریں۔ توحید کا نور آپ کے ساتھ ہو اور تکرار ذکر سے، توبہ استغفار سے تجدید کرتے رہیں۔ اے اللہ! یہ آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں، تاریکیوں کا وقت ہے ہم کو نور کامل عطا فرما۔ توبہ کے ہوتے ہوئے تاریکیاں آپ کے پاس نہ آئیں گی۔

آج ایمان کی حفاظت بغیر پناہ میں آئے ممکن نہیں جتنے فتنے ہیں سب سے اللہ کی پناہ چاہیے۔ تمام گناہوں سے، ان کے اثرات سے پناہ طلب کرے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ اس میں نہ صرف یہ کہ اپنے گناہوں سے بلکہ جتنے بھی گناہ فضا میں چھائے ہوئے ہیں سب سے استغفار کرے، پناہ چاہے اور اللہ کی طرف رجوع ہو۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکیزہ اور طیب غذائیں کہاں سے کھائیں۔ ہم کو حکم دیا گیا ہے پاکی کا کہ پاک رہو اور طیب غذائیں کھاؤ۔ سو یہ چیز بھی اللہ ہی سے طلب کرو انشاء اللہ طلب کرنے پر جتنی پاک چیزیں ہیں غذاؤں میں وہی ہمارے پاس آئیں گی۔ ظاہر میں کہتا ہے کہ یہ گندی غذائیں پاک اور منور کیسے ہو جائیں گی؟ قلب ماہیت کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر پاک کرنے والی چیز تو اللہ کا حکم اور اس کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں اپنی قدرت کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ دیکھو گوہر اور خون کے درمیان میں سے ہم تمھارے لئے پاکیزہ اور لطیف دودھ مہیا کرتے ہیں۔ جو شخص پاکی کا طلب گار ہے اس کو ضرور پاکی ملے گی۔ تم حکم کا اتباع کرو اور اس ناپاک ماحول میں توبہ استغفار کرو۔ خود ہمارا وجود کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیا؟ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید ہے؟ پھر ذنوب تمام تر ناپاکیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اعلان موجود ہے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے بے عنوانیوں سے اور ذنوب سے حتیٰ کہ کفر و شرک سے اپنے اوپر ظلم کر لیا ہے نا امید مت ہونا، پاک کرنے والے ہم ہیں۔ تم پچتاؤ اور آجاؤ ہم سب پاک کر دیں گے۔ مخاطب وہ ہیں جنھوں نے بندگی کی طرف رُخ کر لیا ہے بندے کیسے بھی ہو جائیں جب اللہ کی طرف رجوع کر لیں گے پاک ہو جائیں گے۔ تو پاک غذائیں بھی اسی سے مانگئے، اے اللہ! ہم

عاجز ہیں، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں پاک غذائیں عطا فرما۔ حضور دعا فرماتے ہیں۔ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَادِرِزَقَتِنَا وَقَنَا عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ جو کچھ آپ نے ہم کو عطا کیا ہے۔ اس میں ہمارے لئے برکت فرما اور ہم کو عذابِ نار سے بچا دے ترخون پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں دقنا عذابِ النار سے کیا مطلب ہے؟ مطلب یہی ہے کہ جس غذا کو ہم کھا رہے ہیں اس سے حاصل شدہ طاقت اسکے حکم کے خلاف صرف نہ کریں اور یہ بھی مطلب ہے کہ یا اللہ غذا میں جو گندگیاں، آمیزشیں اور ملاوٹیں ہیں ان سے ہم کو بچا لیجئے۔ جو گناہ اور عذاب اس میں شامل ہے اس سے ہم کو محفوظ کر لیجئے۔ اللہ کے نام کے ساتھ کوئی چیز مضرت نہیں پہنچا سکتی۔

(۵)

سارے مطالبہ پاکیزگی کا اور حساب و کتاب کا لا الہ الا اللہ کے بار اٹھانے والے سے ہے۔ اور جب کلمہ پڑھ لیا تو احکامِ الہی کے ہم مکلف ہو گئے اس طرح عالمِ امکان میں ہم فرد ہیں۔ اللہ اللہ! مسلمان کو چاہئے کہ اپنا مرتبہ پہچانے، اس کا کوئی فعل رائیگاں نہ ہونا چاہئے، اس کو ایک بہت بڑی ابد الابد سرحد میں داخل ہونا ہے۔ غیر مسلم اگر عیش کر رہے ہیں تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے سورگ زندگی کھاتا ہے اور خوب موٹا ہوتا ہے اور جانور تو اس سے فریب نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح کافر کو یہ غفلت کی زندگی اس آگئی ہے آپ کو تو یہ موافق نہ آئے

گی۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون اور جن و انس کو میں
 نے صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) جو اس فریضہ کو ادا کر رہے
 ہیں وہی انسان ہیں باقی تو قابل التفات ہی نہیں۔
 بیکار ہیں سب قصے کیوں انکی طرف دیکھو
 ان سب کی حقیقت کیا تم اپنی طرف دیکھو

زندگی ان کی رضا میں گزر رہی ہے یا نہیں؟ اس کا جائزہ لو۔ مقصود کائنات
 صرف کلمہ گو ہے۔ کفار تو بنائے ہی گئے ہیں جہنم کے لئے اور تقدیر کے
 معاملات میں ہم کو حکم ہے کہ گفتگو مت کرو اور مت سوچو۔ لہذا اس
 حکم کی تعمیل سے یعنی نہ سوچنے ہی سے قرب حاصل ہو گا۔

ع جیتے بازی کو ہمت پار کے

عقل بھی مخلوق ہے خالق کی تدبیروں کو کیا جانے اور کیا سمجھے۔ تم کہاں جانے
 کا انتظام کر رہے ہو؟ وہاں پہنچ جاؤ سب معلوم ہو جائے گا۔ مخقر
 اتنی بات سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک شانِ جمالی ہے جوازی اور ابدی ہے
 اور ایک شانِ جلالی ہے جوازی اور ابدی ہے۔ جنت مظہرِ شانِ جمالی
 ہے اور جہنم مظہرِ شانِ جلالی ہے بس مخقر سی بات ہے۔

حدیث مطرب دے گو دراز دہر کمتر جو

کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت اس مہمارا

اور آرائشیں یہاں مسلمان کی اس وجہ سے اللہ میاں کر رہے ہیں تاکہ ٹوٹ کر
 ہماری طرف آئیں۔ ارے اقبال بڑی نادانی کی بات کہہ گیا کہ۔ ع

برق گرتی ہے تو بچا رہے مسلمانوں پر

امتحان، آزمائشیں اور محنتیں تو اسی کے لئے ہیں جس کو ترقی دینا ہوتا ہے۔ مسلمان کو لا الہ الا اللہ کا حق ادا کرنا ہے۔ مہربان اور شکر کے مقامات سے گذرنا ہے بقول خواجہ صاحب کے

ورد یہ اور کو ملتا تو وہ مر ہی جاتا

نالہ کر کے بھی مجھے نازِ شکیبائی ہے

اور مسلمان پر جو کچھ مصائب ہیں وہ صورتاً مصائب ہیں حقیقت میں رحمت ہیں۔ تم تو بہ استغفار کرتے رہو، نادم ہو جاؤ، فرمانبرداری کا طریق اختیار کر لو سب معاملے دنیا و آخرت کے درست ہو جائیں گے۔

بلفظ اندک و معنی بسیار

جلال و جمال :-

دوزخ جلوہ گاہِ جلال ہے، ہر شخص دیکھے گا، کافر ہو یا مومن اور جنت جلوہ گاہِ جمال ہے اس کو بھی ہر شخص دیکھے گا، مومن ہو یا کافر اپنے ٹھکانوں پر پہنچ کر مومن شکر ادا کرے گا اور الحمد للہ رب العلمین کہے گا اور کافر کی حسرت بڑھے گی اور مایوس ہو جائے گا۔

نسخہِ کیمیا :-

فرمایا کہ میں نے ایک صاحب سے کہا تھا کہ میں تم کو ساری
زندگی کا پھوڑا اور کیمیا کا نسخہ بتاتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے
بزرگوں کی دعائیں لو، عمر کا ادب کرو اور ہر نعمتِ موجودہ پر
شکر ادا کرو۔

قبولیتِ دعا کی حقیقت :-

قبولِ دعا کے سلسلے میں فرمایا کہ اللہ میاں سے مانگنے والا بھی
نامراد نہیں ہوتا (لہذا) دعا ضرور مانگنی چاہئے۔ پھر یا تو
مقامِ شکر ہے یا مقامِ صبر۔ ایک میں ترقی کا وعدہ، لا زید نکم
(ہم ضرور تمہارے لئے نعمتوں کا اضافہ کریں گے) دوسرے میں
معیت کا اعلان، اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ
صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) یہ بھی ان کی رضائے کاملہ وہ بھی
رضائے کاملہ۔ مقصود بہر حال حاصل ہے اور ایسے موقعوں
پر ہمارے حضرتؑ یہ شعر پڑھا کرتے تھے :
بخت اگر مدد کند دامنش آدرم بکف
گر بکشد زہے نصیب در بکشم زہے طرب
طاعت اور عدمِ طاعت کے نتائج :-

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلاف نے قانونِ اسلام کو
تسلیم کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سارے عالم کو سرنگوں کیا

اور بادشاہت کی۔ تم اس کو چھوڑ کر اور ناقابلِ عمل کہہ کر غلام
در غلام ہو گئے۔

تاثیر صحبت :-

اہل اللہ کی صحبت میں زاویہ نگاہ درست ہوتا ہے۔ صرف
زندگی معلوم ہو جاتا ہے اور مقصود پر نظر پڑنے لگتی ہے۔
شرطِ "وصول" :-

ذوقِ نگاہِ یار جب تک بیدار نہ کیا جائے گا صرف نگاہِ یار سے
کام نہ چلے گا۔ ۷

حیاتِ جاوداں اس کی نشاۃِ بکراں اس کا

جو دل لذت کشِ ذوقِ نگاہِ یار ہو جائے

ندامت کی خاصیت :-

ندامتِ قلبی عجیب چیز ہے۔ یہ مسلمان کو جہنم کے قابل نہیں چھوڑتی۔

جنت کا اہل اور دوزخ کا نا اہل بنا دیتی ہے۔ حسنات کی تکمیل

اس سے ہوتی ہے، گناہوں کو یہ نہیں چھوڑتی۔ اور یہ اختیاری

چیز ہے جب چاہے بندہ نادوم ہو جائے اور اصلِ ندامت،

ندامتِ عقلی ہے اور اگر طبعی بھی ہو تو نور علی نور۔

شکر کے آثار :-

شکر کرنے والا آدمی کبھی اتراتا نہیں۔ شکر کے اندر اخلاص

اور صدق بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ جس چیز سے جس لمحہ راحت پہنچ جائے

شکر ادا کرے، اس سے عبادتوں میں حسن پیدا ہوگا اور زندگی حسین بن جائے گی۔

حقیقتِ علم :-

علم تو اصل میں وہی ہے جو عمل میں آکر زندگی میں "بہتر تغیر" پیدا کر دے درنہ اور بہت سی لذتیں ہیں۔

تہذیب کا مبحث :-

آج ایجادات میں تو ضرور ترقی ہوئی۔ لیکن ایجادات کا اطلاق تہذیب پر نہیں ہو سکتا۔ اگر موجودہ تہذیب کا تعلق انسان سے ہے تو یقیناً یہ تہذیب انسان کے لئے قابلِ ملامت اور لائقِ ماتم ہے۔

فراغتیں اور مصروفیتیں :-

دفتری اور کاروباری مشاغل پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اکثر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ فراغت نہیں، سکون نہیں، مصروفیتیں زیادہ ہو گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر فرصت و فراغت مل گئی تو کیا کرو گے ؟ کبھی سوچا ہے ؟ اگر فراغت کے لمحات کو بیجا صرف کر کے ضائع کر دیا اور مزید گندگی میں جا گھسے تو اس سے بہتر تو یہی مصروفیتیں ہیں۔ جب یہ ہے تو لگے رہئے کام میں۔

دل کی موت :-

فرمایا کہ اہتمام نہ بن پڑے حسنات کا یہ اتنا مضر نہیں جتنا معصیت

کا احساس مٹ جانا۔ یہ تو قیامت ہے۔ اس سے زیادہ ہلک
اور خطرناک کوئی چیز نہیں۔ ہمیں یہاں تک ہوسکتا ہے کہ کفر ہو جائے
اور پتہ بھی نہ چلے۔ اللہ بچائے بڑا سنگین معاملہ ہے۔ بس لرزاں
ترساں ہی رہے۔ خطا کار شرمسار، سلمان کے لئے کچھ ڈر نہیں۔
ڈر تو عاصی طاغی اور باغی کے لئے ہے۔

حقیقت بندگی :-

ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے کی چیز کو اپنی سمجھنا
انتہائی حماقت ہے۔ ہمارا کیا کمال ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں یا پرہیز
رہے ہیں۔ روشنی ان کی، بینائی ان کی، عقل ان کی، ہر چیز
انہیں کی عطا ہے۔ بس ان چیزوں کا صحیح استعمال ہی بندگی ہے۔
سرچشمہ محبت :-

محبت الہی تو اہل اللہ کی صحبتوں میں سینوں کے اندر منتقل
ہونے والی چیز ہے۔ اگر تنہائی میں حاصل کی جائے گی تو جنون
ہو جائے گا محبت نہ ہوگی۔

مصرفِ دل :-

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لگنے بھی آئے ہو اور دل دینے
بھی آئے ہو اور پھر اس کو اپنا بنانا چاہتے ہو! دل کو تو ان کی
نظر کے قابل بنانا ہے اور انہوں نے اپنی نظر کا اعلان فرما دیا کہ
ہم ایسا دیکھنا چاہتے ہیں۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو بناتلے ترے قابل مجھے

مقصودِ سالک :-

فرمایا کہ مقصود کی دھن میں لگے رہنا چاہئے دھن بڑی چیز ہے۔
مگر انسان اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے جلد مایوس ہو جاتا ہے۔
ارے کامیابی اور ناکامی تو ہماری نسبت سے ہے۔ من اللہ تو جو
کچھ ہے عطا ئے کامل ہے۔ وہ اتمامِ نعمت کرتے ہیں کبھی کامیاب
کر کے۔ کبھی ناکام کر کے۔ خوب کہا ہے :-

گر مراد را مذاقِ شکر است بے مرادی نے مرادِ دلیر است

”دل بر“ کی مراد کے ہم موردِ بن گئے اور کیا چاہتے ہو! مقامِ شکر
ہے مگر تم صبر کر جاؤ یہ بھی کچھ کم دولت نہیں۔ بس بڑی شرط لگے رہنا
ہے :-

اندریں رہ می تراش می خراش

تا دمِ آخر دے فارغِ مباحث

کسی کے لئے ہمیشہ دعا کرنے کی ترکیب :-

دوست اور اعزاء کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہنے کے سلسلہ میں

فرمایا کہ جو چیز تمہیں اہم نظر آئے اسے اپنے پروگرام میں داخل کر لو

اس سے تقاضا پیدا ہونے لگتا ہے اور وقت پر وہ چیز یاد آ جاتی

ہے۔ پھر انشاء اللہ سہولت کے ساتھ دوائے توفیق بھی ہوتی رہے گی۔

جاہ پسندی کی مذمت :-

ایک خاص سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہ پسندی کچھ اچھی چیز نہیں، نکال ہی دیجئے اس خلش کو مہل ثروت اور اہل دولت کے پاس بلا ضرورت جا کر خود کو کیوں ذلیل کرتے ہو سکی ہوگی اور وہ تمہارا اثر بھی قبول نہ کریں گے۔ شیطان پاگل بنا دے گا اور مجرم بھی ہو جاؤ گے۔ دینی وقار قائم رکھنا چاہئے۔ یہ وقار کھو یا جاتا ہے۔ ان کے پاس جانے سے۔

طریق تحصیل محبت :-

محبت الہی دل میں کیسے پیدا ہو، کسی صاحب کے اس سوال پر جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جذبات و دلیت فرما کر انسان کو اس دنیا میں بھیجا ہے جو اپنے اپنے موقعوں پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ محبت الہی بھی ایک جذبہ ہے مگر خوابیدہ یا بھٹکا ہوا۔ جب انگیز کرنے والی چیز سامنے آئے گی ابھر آئے گا۔ اور اس کو انگیز کرنے والی اور صحیح رخ پر ڈالنے والی چیزیں صحبت اہل محبت، ان کے ملفوظات، ان کی زندگی کے حالات اور صحیح تعلیمات ہیں۔ پھر احسانات اور انعامات الہیہ جب سامنے ہوں گے تو عشق الہی کیوں بیدار نہ ہوگا۔ صحبت اہل اللہ کی قدردانی :-

اہل اللہ کی صحبتوں میں یہ لمحات جو اللہ کی یاد میں گزرتے

ہاں، ہماری روح کی مسکراہٹیں ہیں۔ اس وقت کسی کی کوئی یاد نہیں آتی۔ تمام عالم تعلقات سے کٹ کر عالم امکان سے فارغ و یخبر ہو کر ان کی یاد میں محو بیٹھے ہیں۔ یہ اللہ کی دین اور ان کی عطا ہونے لاکھوں اور اربوں انسانوں میں چند لوگوں کو توفیق دیدی اپنی یاد کی کوئی معمولی بات نہیں اس کی قدر کرنی چاہئے۔

غفلت کی حقیقت :-

لمواتِ زندگی کو غیر ضروری اور لغو کام میں صرف کر دینا جو دین سکے لئے ضروری ہوں نہ دنیا کے لئے یہ غفلت ہے۔ سوچئے کہ یہ کام جو آپ کر رہے ہیں یہ ضروری ہے یا اس سے بھی زیادہ کوئی ضروری کام ہے؟ کس کو مقدم کر رہے ہو اور کس کو موخر؟ دس منٹ جو آپ نے کھودئے یہ کہاں منیں گے؟ کیوں کھو دیے دس منٹ؟ آؤ بیٹھو اللہ والوں کی صحبت میں تب پتہ چلے گا کون سے کام ضروری ہیں اور کون غیر ضروری۔

بندہ کا دستور العمل :-

فرمایا کہ صورتِ عبادت بن پڑ سکی اس پر شکر ادا کرے اور حقیقتاً عبادت حاصل نہیں ہوئی اس پر ندامت کے ساتھ استغفار کرے۔ بندہ کے لئے عمر بھر کا دستور العمل ہے ہماری عمر اس سے چھٹکارا نہیں۔ ارشاد ہے واعبد رباً حتیٰ یاتیتہ الیقین ترجمہ اور اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔

قلبِ سالک :-

فرمایا کہ سالک کے قلب کی مثال ایک مضبوط اور محفوظ جہاز کے
مانند ہے۔ ہزاروں طوفان اٹھیں، بلائیں آئیں جہاز اپنی اسی
اسٹیم کے ساتھ، کپتان کی ہدایت پر قطب نما کی رہنمائی میں بلا خوف
خطر چلتا رہتا ہے۔ کیا جہاز کے اندر ظلم کا ایک قطرہ بھی آتا ہے؟
ہمارے قبیلہ نما حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کا دامن اور آپ کا
بتلایا ہوا راستہ ہے۔ فرما رہے ہیں کہ ہر حالت میں ہماری طرف
سُخ کئے رکھنا۔ کلمہ توحید کی کثرت اور اس کا حق ادا کرتے رہنا۔
ساری رفتار اس کی اسٹیم پر منحصر ہے۔ کوئی نو وار و کوتاہ بین جھپٹتا
ہے کہ جہاز اب ڈوبا، طوفان بڑا، ظلم خیز، ظالم انگیز ہے۔ کپتان
ہمارے حضرت ہیں ان کے ہاتھ میں قطب نما ہے، اعلان فرما رہے
ہیں، چلتے رہو، پروامت کرو، طوفان کی طرف مت دیکھو اور
کہیں غافیت نہیں، قطب نما کی سوئی بتلا رہی ہے کہ ہم ٹھیک
راستہ پر ہیں۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ اس حلقہ والوں کو طوفان
کے تھپڑے نہیں لگیں گے۔ اور قسم کھا کر کہا جاسکتا ہے کہ ہم
صحیح راستے پر ہیں۔

حضرت والا کا علماء کو ایک مشورہ :-

ایک خاص سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کو ہمارے حضرت آخر
تک فرماتے رہے کہ مت جاؤ کانگریس میں، مت جاؤ سیاست میں

دینی وقار کو صدمہ پہنچے گا۔ اسلام کو کسی سیاست کی ضرورت نہیں اس کو تو اتباع رسالت کی ضرورت ہے۔ تم اہل حکومت کو مت چھیڑو نہ شریک ہو نہ مشیر، اغراض نفسانیت، جہاں کار فرما ہوں، وہاں تم کیا سمجھا سکو گے کسی کو۔

ہر شخص کا منصب جدا، مشاغل جدا، کار و بار جدا یہ تقسیم کار ہے۔ آپ کیوں دوسرے کے دائرے میں قدم رکھ رہے ہیں۔ آپ تبلیغ کے مکلف بنائے گئے ہیں یہی بہت وسیع میدان ہے۔ اس میں اپنے جوہر دکھائیے۔ اس کی خاصیت ہے کہ جہاں تک بڑھتے جاؤ گے غالب آتے جاؤ گے۔

حضرت والا کے "زمانہ تحریکات" کے ملاحظات پڑھنے کے قابل ہیں۔ اچھا ہے یہ ایک جگہ جمع ہو جائیں مگر ہر کام کا ایک وقت ہے۔ کوئی تاریخ کا طالب علم اس طرف توجہ کرے تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے عقدے ہمارے حضرتؐ نے حل کئے ہیں یہ وہ کبھی جب ادھر سے گزرے ہیں کتنے عالمِ فطرت گزرے ہیں

تجدیدِ نظر:-

دنیا سے منہ موڑ لینا کوئی کمال کی بات نہیں، دین کی طرف متوجہ ہو جانا بڑی بات ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ دین اختیار کرنے میں کون سی لذتیں چھوٹ جائیں گی؟ کونسا شعبہ زندگی معطل ہو جائے گا؟ نقصان کیا ہے؟ اسلام تو دینِ فطرت ہے مسلمان

کی دنیا صرف زاویہ نگاہ کی بدولت دنیا ہے۔ یہ درست ہو جائے
پھر سب دین ہی دین ہے۔

مثلاً کسی کی آنکھوں میں نقص ہے، ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے،
چشمہ لگا لیا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھیک نظر آنے لگی۔ اب چیزیں تھوڑا
ہی بدل گئیں، وہی ہیں۔ اسی طرح زاویہ نگاہ درست ہو جانے
کے بعد نفس بھی موجود اس کی خواہشات بھی موجود، چیزیں وہی
لذتیں وہی، مگر اب ہر چیز اپنی اصلی حالت میں نظر آرہی ہے،
اور اپنے مصرف پر صرف ہو رہی ہے۔

یا مثلاً یہ بھی چاہئے اور (صحتِ نظر سے پہلے) وہ بھی چائے،
پینے کا دستور وہی، طریقہ وہی۔ اب ایک محبت کرنے والا آیا۔
ہم نے بھی کچھ حق ادا کیا، یہی دین ہو گیا۔ زاویہ نگاہ بدل جانے
سے یہی عمل چائے پینے پلانے کا حسین ہو گیا۔ ہر عمل کو عبادت
بنالینا مسلمان ہی کا کام ہے۔

اکثر آپ لوگ سردس میں ہیں، کہیں مروت میں آگئے، مرعوب
ہو گئے، تقویٰ کے خلاف ہو گیا تو پھر توبہ کر لیجئے۔ صحتِ نظر
کے بعد گناہ کو گناہ تو سمجھتے رہیں گے۔ بھئی کیا مشکل ہے یہ کاکا
زاویہ نگاہ ہی تو بدل رہے ہیں آپ کا۔ کوئی ناپاک چیز آپ نے
اٹھائی ہم کہتے ہیں بھائی ہاتھ دھو لیجئے۔ یہی تو کہتے ہیں، اس میں
کوئی برائی ہے اور کیا نقصان ہے؟

ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ شیطان بڑا "یورپین" ہے۔
 فساد کی، عصیاں و طغیاں کی تجویزیں اور ترکیبیں بنا کر چل دیتا
 ہے، کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ یہ کسی ایک بُرائی پر
 اصرار نہیں کرتا۔ اور نفس بُرائی پر اصرار بھی کرتا ہے اور اپنی بُرائی
 کا خواہشمند رہتا ہے اور ہر وقت ساتھ ہے۔ اسی نفس نے
 شیطان کو بھی مارا ہے۔ اس لئے یہ زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔
 اور بزرگوں نے اس کی اصلاح و تربیت کو اہمیت دی ہے۔
حدود اللہ :-

معاملات اور معاشرت کے بارے میں جگہ جگہ ثلاث حدود اللہ
 ثلاث حدود اللہ کلام پاک میں وارد ہوا ہے۔ جب تک صحیح
 تعلیمات نہ ہوں حدود کی حفاظت نہیں ہو سکتی اور تقویٰ کی حقیقت
 ہی ان حدود کی حفاظت ہے۔ اور یہ حدود زندگی کے ہر شعبہ میں
 ہیں جو بڑی دلیل ہے اسلام کے کامل ہونے کی۔ نادان لوگ
 اول تو آتے نہیں دین کی طرف اور اگر آتے ہیں تو فرائض و واجبات
 ترک ہوتے رہتے ہیں اور ساری بزرگی اور تقویٰ نوافل میں رہ جاتا
 ہے، حقوق پامال ہوتے رہتے ہیں۔ اپنے تقویٰ سے ان لوگوں
 نے خود کو بھی ہلاک کر لیا اور دوسروں کو بھی پریشان کر کے رکھ دیا۔
 اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اس کی ایسی مثال ہے کہ مطالبات سرکاری تو ادا نہ ہوں اور ایک شخص سخاوت کرتا پھرے یا اپنا منصبی کام تو انجام نہ دے اور خدمتِ خلق میں مشغول رہے۔ کیا قیمت ان اعمال کی اگر حدود کی حفاظت نہ ہو اور فرائض واجبات ادا نہ ہوں۔

ظاہر کی اہمیت :-

دونوں قسم کے احکامات ظاہر و باطن کے اللہ تعالیٰ کے ہیں پھر ظاہر کے احکام کو نظر انداز کرنے کی یا کم اہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مثلاً آج آپ نے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھی اور احسان کا درجہ نماز میں حاصل ہوا۔ نماز سے فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ کپڑے ناپاک تھے تو اللہ اور رسول کا فیصلہ یہ ہے کہ نماز نہیں ہوئی اس کو دھواؤ۔ اب جو دھرائی تو نہ خشوع ہے نہ خضوع ہے اور نہ درجہ احسان اس کا کہیں پتہ۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ نماز ہو گئی۔

انتخاب

حضرت عارفی مدظلہ کے چند متفرق غیر مطبوعہ

اشعار

۶۱۹۳۶ تا ۶۱۹۶۳

محبت خود محبت کا صلہ ہے عارفی لیکن
کوئی آسان ہے کیا بے نیاز مدعا ہونا

ہجر کی شب یاد انکی دل کو پہلاتی رہی لذتِ دردِ نہاں سے نیند سی آتی رہی

بے نیاز اپنی ہی ہستی سے اگر ہو جائے
دل کا عالم ہی با اندازِ دگر ہو جائے
تنگ ہے شرحِ گدازِ غمِ نہاں کی دل
آہ وہ آہ جو محتاجِ اثر ہو جائے

توڑنا توبہ کا سو بار بھی آسان تھا مگر
جامِ مے مجھ سے تو اک بار بھی توڑا نہ گیا

اب میری نگاہوں میں نہ دنیا ہے نہ دیں ہے
اے دوست محبت بھی عجب سحر میں ہے

حیات انگیز تھی جب اپنی ہر بات
زہے قسمت کسی کے آستانِ بہ
کہاں سے لاؤں ہم اب وہ دن رات
محبت میں میری نا کامی دل
وہ مری زندگی کے چند لمحات
ہے میری آرزوں کی مکافات

دل کی ساری آرزوئیں ہو گئیں آتش بجاں
تو نے اے لطفِ نگاہِ دوست یہ کیا کر دیا
لذتِ سوزِ فغاں کی محویت نے عارفی
خود مرے ناموسِ ضبطِ غم کو رسوا کر دیا

ہے بقدرِ ہمت دل جادہ ذوقِ طلب بیٹھ جاؤں تھک کے جس جا، مری منزل ہی

دل کو تپشِ شوق کی یہ لذتِ پیہم مل تو گئی لیکن بڑی مشکل سے ملی ہے

بہت بدلا مذاقِ دل خیالِ یار نے لیکن
جو شایانِ مذاقِ یار تھا ایسا کہاں بدلا

جو کسی دل کے تکرر کا سبب ہو عارفی
کوئی ایسا داغِ میرے قلبِ روشن میں نہیں

ہے عارفی اب یہ اثرِ ترکِ متا آنے لگے وہ اور بھی کچھ حدِ سوا یاد

کیا چیز ہے یہ جلوہ گہِ حسنِ تصور
شاید کہ اٹھا پردہ حریمِ رگِ جاں سے
کیا کہئے نظرِ آتا ہے تاحِ نظر کیا
یہ آج سرِ شام ہیں انوارِ سحر کیا

۱۳۰
نچھ سے انجام گدازِ غم کی کیفیت نہ پوچھ
دل ابھی مدہوشِ کیفیتِ لذتِ آغاز ہے

مری ہر آہ - آہ بے اثر ہے دُورِ یاسن! تیری بدگمانی

کیسی بہاویں - کیسا گلشن ہاتھ میں ہے جب اُن کا دامن

یہ کیا ستم پہلے دلِ رفتہ ^{دارِ فتنہ} و چین کجِ قفس میں اور تصورِ بہار کا

خوب تھا خوابِ شہستانِ شباب صبح ہوتے ہی قیامت ہو گئی
ہو گیا دلِ باریابِ بزمِ دوست بند کی آنکھ اور خلوت ہو گئی

۱۹۲۵ء - ۱۹۳۵ء

حسنِ بے پردا کو نازِ بے نیازی ہی تھی مرے احساںِ محبت سے مگر غافل نہیں

آئی خزاں کی یاد تو دلِ سرد ہو گیا کچھ دیر بھی تو لطف نہ آیا بہار کا

سکونِ اضطرابِ غم پہ چارہ ساز تو خوش ہیں
دلِ بیتاب کی نیکن قضا معلوم ہوتی ہے

کہیں سیدہ نہ شوق ہو جائے اسے ضبطِ دُورِ غم
 نہیں آیا ہے لب پر نعرہ کہ مستانِ برسوں سے
 کبھی بھولے سے بھی اب وہ کرم فرما نہیں ہو سکتے
 ترستا ہے تجلی کو مرا کاشانہ برسوں سے

ساقی اب دردِ تیرے جام کے ساغر ہی مہی
 ہو چکے دور چھلکتے ہوئے پیمانوں کے

دیکھئے کیا رنگ لائے احتیاطِ ضبطِ غم
 عارضی یہ زندگی وہ ہے کہ جس میں غم بھر
 ڈر رہا ہوں میں سکونِ قلبِ مضطرب دیکھ کر
 داغ دیتا ہے فلک بہتر سے بہتر دیکھ کر

کچھ لطیفِ زندگی ہے نہ احساسِ زندگی
 ہم کیا جئے کہ مائلِ خوابِ گراں رہے

کئی ڈوبا ہوا تھا کن مقالات پریشاں میں
 مٹنے والے پیغامِ مبارکباد کیا جانے
 مری خاموشی مجبور درد انگیز ہے شاید
 یہ دل تھلے ہوئے پھر تپا ہے کیوں صیاد کیا جانے
 ۱۹۱۲ء ————— ۱۹۲۲ء

کیا عجب آجائے پھر عہدِ نشاطِ زندگی
 سر یہ یونہی گردشِ افلاک ہونا چاہئے

ایک ہی پھول تھا بس گل کردہ حُسن میں تو
جن لیا آنکھ میں اپنی ترے شیدائی نے

زندگی کی اب تو ہر تلخی مزا دینے لگی
عشق میں ناکامی دل بھی مگر کیا چیز ہے

سبک خرام ہے کس درجہ اپنی عمر عزیز
عجب مقام پہلے عارفی مقام رضا
لشٹانِ گرد پس کارواں نہیں ملتا
یہاں پہنچے پھر اپنا نشان نہیں ملتا

کچھ لطف خموشی میں ، نہ آہوں میں مزا ہے
بے کیفی دل بان دنوں کچھ حد سے سوا ہے
بخود کئے رہتی ہے تصور کی فضا میں
اپنی شبِ تنہائی کا عالم ہی جدا ہے
اک ربطِ محبت ہی کا احساس ہے دل میں
کچھ اور نہ احساسِ جفا ہے نہ دفا ہے
اے دوست میں کیا محویتِ دل کو چھپاؤں
جب حُسنِ تصور ہی ترا ہو شرابا ہے
اے عارفی ہے راہِ محبت بھی عجب راہ
رہبر ہے جہاں کوئی نہ منزل کا پتہ ہے

مراد دل یہ کہہ رہا ہے تپش گدازِ غم سے
انہیں بیقرار یوں میں ہے کہیں قرار اپنا

دیکھ کر مرے دل پر شوق کا جوشِ طلب
منزلِ مقصود خود ہی راہبر ہونے لگی

یہ ان کی یاد کا مگر اعجاز ہی تو ہے
جو قلبِ بیقرار میں آکر ٹہر گئی
رہنے دے اب تلافیِ مافات کا خیال
اے دوست اب تو بات ہی حد سے گزر گئی

آج اپنی شامِ تنہائی کا ہے منظرِ جدا
جوشِ دردِ دل جدا ہے جوشِ چشمِ تر جدا
آگیا ہے دامنِ قاتل جو اپنے ہاتھ میں
سب کا اک مجسمہ جدا ہے اپنا اک مجسمہ جدا
کر دیا یہ کیا فسوں ساقیِ چشمِ مست نے
اب جو ہوتا ہی نہیں لبِ مرے ساغرِ جدا
میکشانِ چشمِ مستِ نازِ ساقی کے لئے
کیفِ بر صہبا جدا ہے ذوقِ ہر ساغرِ جدا

دامن کو ذرا اپنے بچپئے ہوئے ایدل اُبھئے نہ کوئی خارِ گلستانِ تمنا

اشک باری میں نہ اب ہے خوفِ شانی میں وہ جوش
چشمِ محروم تماشا یا س سے لبرین ہے
دیکھنا ہے گر تجھے نیرنگِ فطرت کی بہار
دیکھ۔ اپنے دل کو یہ بھی ایک عالمِ خیر ہے

احترامِ جام و صہبائے نہ ہم سے نہجِ سکا
کیا بتائیں اب کہ اتنے پار سا کیوں ہو گئے

جب آگے کبھی وہ تصور میں شامِ غم
آنکھوں میں اپنی جلوہ صبحِ بہار تھا
آنکھوں سے میں نے بھر دیا سب دل میں عارفی
ساقی کی چشمِ مست میں جتنا خسار تھا

جتنی توقعات تھیں سب ختم ہو چکیں
میں عارفی کسی سے بھی اب سرگراں نہیں

شان ہے تیری کریمی تجھے شایاں ہے کرم
میں گنہگار نہیں رحم کے قابل نہ سہی

اب مرے واسطے ہر موج ہے آغوش سکون
بھر غم میں جو نہیں ہے کوئی سال نہ ہی

بڑھ رہی ہے کچھ اسی سے لذتِ احساسِ غم
اک خلش سی دل میں رہتی ہے کسی کی یاد کی
اک نئے اک دن ہو ہی جائے گی نگاہِ رحم و دیت
میں نے ساری عمر اسی امیب میں برباد کی

ذرا صیادِ گلشنِ اک نظر کچھ دیکھ لینے دے
مجھے معلوم ہے کینچِ قفس سے اب رہا ہونا

عارفی بس یہ حقیقت ہے مرے اشعار کی
نالہائے دل جب آئے لب پہ موزوں ہو گئے

مرگشتگی، شوق کا اندازہ کیا اسے
صہبائے چشمِ ناز کبھی جس نے پی نہیں

رازِ نگہِ دوست کو افشا نہ کریں گے
ہم عقدہ دل اپنا کبھی وا نہ کریں گے

کیسی بہاریں ، کیسا گلشن
 حسرت دید اس برقی نظر کی
 ہاتھ میں ہے جب ان کا دامن
 ہوش میں آئے ہوش کے دشمن
 عارفی اب کیا غیر کا شکوہ
 اپنا دل ہے اپنا دشمن

غلط نامہ کتاب افادات عارفیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۳	تو حیدر رسالت	مدار
۲۱	۱۲	آپ بھی بزرگ ہیں	توحید و رسالت
۳۱	۱۳	اور رسمی خانقاہیت	آپ ہی بزرگ ہیں
۳۵	۳	فضل خاص مہ ہو	اور رسمی خانقاہیت کی
۳۶	۱۱	الحمد	فضل خاص مہ ہو
۳۷	۱۲	لامتناہی	الحمد
۴۰	۲	یکستوں اصنعا	لامتناہی
۴۷	۱۰	تعمیل علم	یکستوں اصنعا
۵۸	۱۲	بتائی	تعمیل حکم
۶۵	۱۱	اہتمام ہے	بتائی
۷۳	۱	زخم باطل	اہتمام کے
۷۹	۱	جو چیز لی جائے گی	زخم باطل
۹۶	۱۸	کیس	جو چیز لی جائے گی
۱۰۷	۱۳	بیدار	کیس
۱۱۵	۷	فرمایا کہ لگانے	بیدار
۱۱۷	۱۵	تنگ	فرمایا کہ لگانے
۱۱۸	۷	فرائض واجبات	تنگ
۱۱۹	۹	مقالات	فرائض واجبات
۱۲۱	۱۰	مٹانے والا	مقالات
۱۲۱	۱۱		مٹانے والا